COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

چار پراسرار پیرے

اے حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

بار اوّل —— ۱۹۸۳ء
ناشر: نیا مکتبہ اقرا ۔ ۱۴ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: الفرید پرنٹرز، لاہور

قیمت: سات روپے

ترتیب

- شیش ناگ کا انتقام
- چار پُراسرار سپیرے
- ماریا لاہور میں ۔ اے حمید سے ملاقات
- گرجا گھر کے تابوت کی نورانی لڑکی
- ناگ کی لاہور کے طالب علم سے ملاقات

پیارے دوستو!

ناگ انڈین ائر لائنز کے جیٹ طیارے کے ذریعے سفر کر کے بھارت کے شہر بمبئی پہنچا۔ وہاں سے مدراس گیا اور پھر رامیشورم کی طرف روانہ ہوا جہاں اسے مسلمان بزرگ القادری سے ملنا ہے اور بزرگ یاقوت یمانی کی روح سے ملاقات کا ذریعہ تلاش کرنا ہے تاکہ عذاب میں گرفتار پھانسی پانے والی امریکی لڑکی کی روح کی نجات ہو سکے۔ ادھر ماریا قبر والی کھڑکی کے واقعے کے بعد اچانک ۱۹۸۳ء کے لاہور میں پہنچ جاتی ہے اور عنبر ناگ ماریا کی واپسی کے سفر کے مصنف یعنی مجھ سے ملاقات کرتی ہے میں تو اپنے سمن آباد والے مکان میں ماریا کی خوشبو کو محسوس کر کے اور پھر اس سے مل کر حیران رہ گیا۔ ماریا مجھ سے ناگ کا پتہ معلوم کرنا چاہتی ہے اور میں اسے بتاتا ہوں کہ یہ میری کہانی اور ان کے پانچ ہزار سالہ واپسی کے سفر کا راز ہے۔ میں نہیں بتا سکتا کہ ناگ کیا خفیہ مقصد لے کر لاہور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آیا ہے۔ ناگ بھی لاہور پہنچ چکا ہے اور اس کی ملاقات امجد نامی ایک سٹوڈنٹ سے ہوتی ہے جو عنبر ناگ ماریا کی واپسی کی کتابیں بڑے شوق سے پڑھتا ہے۔ ناگ اسے بتاتا ہے کہ میں ہی ناگ ہوں۔ امجد اسے کوئی پاگل آدمی خیال کرتا ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے۔ آپ خود پڑھ کر معلوم کریں گے۔

اے۔ حمید

شیش ناگ کا انتقام

بجلی چمکی۔ بادل زور سے گرجا۔

بجلی کی چمک میں ناگ کو دور جنگل میں بارش میں بھیگتا ایک مسجد کا گنبد دکھائی دیا۔ یہی وہ مسجد تھی جس کے حجرے میں بزرگ القادری رہتا تھا جس کی تلاش میں ناگ دور دراز کا سفر طے کر کے وہاں آیا تھا۔ پیارے بچو! پچھلی قسط میں آپ نے پڑھا تھا کہ ناگ عنبر اور ماریا اپنا پانچ ہزار برس کا واپسی کا سفر کرتے کرتے ایک دم سے بچھڑ گئے تھے۔ ماریا اور عنبر آٹھ سو برس آگے نکل گئے اور ناگ تین سو برس پیچھے کی طرف جا کر ہمارے آج کے یعنی ۱۹۸۳ء کے زمانے میں نکل آیا تھا۔ ماریا ملک روم میں جا پہنچی۔ جہاں شام کی سرحد پر ایک نیک آدمی کی میت کی قبر میں اترنے کے بعد اسے ایک کھڑکی دکھائی دی۔ وہ کھڑکی ایک خوبصورت باغ میں کھلتی تھی جہاں وہ نیک آدمی جنت میں بیٹھا خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کر رہا تھا۔ اس نے ماریا سے کہا کہ وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فوراً واپس چلی جائے۔ اس نے ماریا کو دیکھ لیا تھا۔ ماریا قبر سے باہر نکلی تو دنیا بدل چکی تھی اور وہ پرانے روم کے زمانے سے نکل کر پاکستان کے ملک میں آ گئی تھی۔ یہ ۱۹۸۳ کا زمانہ تھا یعنی آج کا زمانہ جس میں ہم اور آپ چل پھر رہے ہیں۔ ناگ ہندوستان کے شہر مدراس سے دور ایک جنگل میں بارش میں بھیگتا، رات کے اندھیرے میں بزرگ القادری سے ملنے جا رہا تھا۔ اس بزرگ سے مل کر ناگ نے چھ سو برس پہلے فوت ہو چکے یاقوت یمانی نام کے ایک مسلمان بزرگ کی روح سے ملاقات کرنی تھی اور اس سے امریکی لڑکی کی عذاب میں گرفتار روح کی بخشش کے لیے دعا کروانی تھی۔ دوسری طرف عنبر ابھی تک آٹھ سو برس آگے کے زمانے میں تھا اور ملک شام کے صحرا میں سے گذرتا ایک شہر کی طرف بڑھ رہا تھا۔

عنبر کو ابھی ہم کچھ دیر کے لیے ملک شام کے صحرا میں اور ماریا کو ساہیوال سے لاہور کی طرف جانے والی ٹرین میں چھوڑتے ہیں اور اس وقت ناگ کی طرف چلتے ہیں جو پاکستان کے ہمسایہ ملک ہندوستان کے جنوبی شہر مدراس سے دور رامیشورم سے بھی آگے ایک کچی سڑک پر بارش میں بھیگتا جنگل میں سے گذر رہا ہے۔ وہ ایک امریکی لڑکی کی روح کی نجات کے لیے یہاں آیا ہے جو چھ سو برس سے پھانسی کا پھندا گلے میں لٹکائے بھٹکتی پھر رہی ہے اور سخت عذاب میں مبتلا ہے۔ اس عذاب میں مبتلا امریکی لڑکی کی روح سے ناگ کی ملاقات امریکہ کے دارالحکومت واشنگٹن میں ہوئی تھی۔ ناگ اس کی روح کو عذاب میں گرفتار دیکھ کر کانپ اٹھا تھا۔ وہ اس سے وعدہ کر کے امریکہ سے نکلا تھا کہ جس بزرگ کو اس نے چھ سو برس پہلے زہر دے کر ہلاک کیا تھا وہ اس کی روح کو تلاش کر کے اسے عذاب سے نجات دلائے گا۔

بجلی ایک بار پھر چمکی۔ ناگ کو پرانی مسجد کے مینار اور گنبد صاف دکھائی دیئے۔ بارش اسی طرح برس رہی تھی۔ اور ناگ بھیگ گیا تھا۔ اب اندھیرے میں بھی مسجد اسے صاف نظر آ رہی تھی۔ مسجد کا دروازہ بند تھا۔ ناگ نے دروازے کے ایک سوراخ میں سے اندر دیکھا۔ مسجد کا صحن اندھیری رات کی بارش میں بھیگ رہا تھا۔ جہاں صحن ختم ہوتا تھا۔ وہاں محراب بنی تھی اور ساتھ ہی ایک کوٹھڑی کا دروازہ تھا۔ یہ دروازہ بھی بند تھا۔ ناگ نے دروازے کو تھوڑا سا دھکیلا تو وہ کھل گیا۔ وہ مسجد کے صحن میں آ گیا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے کوٹھڑی یعنی حجرے کے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کسی نے جواب نہ دیا۔

ناگ نے کئی بار دستک دی۔ کسی نے دروازہ نہ کھولا۔ ناگ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے اس دروازے کو بھی ذرا سا اندر کو دھکیلا تو وہ کھل گیا۔
حجرے میں ایک طاق تھا جس میں ایک دیا جل رہا تھا۔ اس
دیے کی روشنی میں ناگ نے دیکھا کہ دیوار کے ساتھ ایک
چھوٹا سا تخت پوش لگا ہے جس پر بوریا بچھا ہوا ہے۔ کھُرے
میں پانی سے بھرا ہوا ایک مٹکا اور وضو کرنے والا لوٹا پڑا
تھا۔ اس کے سوا حجرے میں اور کچھ نہیں تھا۔ بزرگ القادری
بھی موجود نہیں تھے۔ ناگ نے حجرے کا دروازہ اسی طرح
بند کر دیا۔

وہ مسجد سے باہر نکل آیا۔ بارش اب رُک گئی تھی۔ مسجد
کے آس پاس بڑا گھنا جنگل تھا اور ناریل کے اونچے اونچے
درختوں کے جھنڈ اندھیری رات کی بارش میں بھیگی ہوئی ہوا
میں لہرا رہے تھے۔ سامنے درختوں کے جھنڈ میں ایک ٹوٹی پھوٹی
بارہ دری تھی۔ ناگ اس بارہ دری میں آکر بیٹھ گیا۔ اس نے
گھڑی دیکھی۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ اب نہ تو بادل گرج
رہے تھے اور نہ بارش کا شور تھا۔ جنگل میں گہرا سناٹا چھایا ہوا
تھا۔ ناگ سوچنے لگا کہ حجرے میں دیا روشن ہے جس کا مطلب
ہے کہ بزرگ القادری یہیں کہیں ہوں گے۔ اگر وہ یہاں نہ
ہوتے تو حجرے میں دیا روشن نہ ہوتا۔ ضرور وہ جنگل میں بیٹھے
کسی درخت کے نیچے خدا کی عبادت کر رہے ہوں گے۔ کیونکہ
بزرگ لوگ جنگلوں میں جا کر خدا کی عبادت کیا کرتے آئے
تھے۔ ناگ بارہ دری میں بیٹھا بزرگ القادری کا انتظار کرنے
لگا کہ جب وہ جنگل سے عبادت کرنے کے بعد واپس حجرے کی
طرف آئیں گے تو وہ ان سے ملنے کی کوشش کرے گا۔

جب رات کے سوا تین بجے تو جنگل کی جانب سے
شیر کے دھاڑنے کی آواز سنائی دی۔ اس کی دھاڑ سے سارا
جنگل گونج اٹھا۔ ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ تین چار منٹ
بعد پھر شیر کی آواز گونجی۔ اس دفعہ یہ آواز قریب سے آئی تھی۔
ناگ ہوشیار ہو کر بیٹھ گیا اور جنگل میں جدھر سے آواز آئی
تھی ادھر دیکھنے لگا۔ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ ایک سرخ داریوں
والا سفید شیر بڑی آن بان اور شان کے ساتھ مسجد کی طرف
بڑھ رہا ہے اور اس کی پیٹھ پر ایک سفید ڈاڑھی والے بزرگ
سوار ہیں۔ ان کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی۔

سفید شیر مسجد کے دروازے پر آکر رک گیا۔ سفید ڈاڑھی
والے بزرگ شیر پر سے اترے اور مسجد میں داخل ہو گئے
شیر نے سر جھکا کر جیسے سلام کیا اور واپس جنگل کے اندھیرے
میں غائب ہو گیا۔ ناگ سمجھ گیا کہ ہو نہ ہو یہی بزرگ القادری
ہیں۔ ناگ نے واشنگٹن میں شیلی کے سپیرے باپ سے سن
رکھا تھا کہ القادری بڑے خدا رسیدہ پہنچے ہوئے بزرگ ہیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور مدراس کی جامع مسجد کے امام صاحب نے بتایا تھا کہ وہ کسی سے ملاقات نہیں کرتے اور بہت کم لوگوں سے ملتے ہیں اور جنگل میں اکیلے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ناگ وہاں صرف انہیں ملنے آیا تھا۔ وہ ہر حالت میں انہیں مل کر بزرگ یاقوت یمانی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ان کی ایک کرامت تو ناگ نے دیکھ لی تھی کہ وہ جنگل سے شیر پر سوار ہو کر مسجد میں آئے تھے۔ ناگ کو معلوم تھا کہ ان بزرگوں سے ملنے کے کچھ ادب آداب ہوتے ہیں۔ انہیں بے دھڑک جا کر نہیں ملا جا سکتا۔ یہ بے ادبی ہوتی ہے۔ اس نے فیصلہ کیا وہ مسجد کے دروازے پر جا کر بیٹھ جائے گا اور جب وہ صبح مسجد سے باہر نکلیں گے تو اٹھ کر ادب سے سلام کرے گا اور اپنا مدعا بیان کرے گا۔

وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے کچھ فاصلے پر درختوں میں روشنی دکھائی دی جو آگے بڑھ رہی تھی۔ پھر درختوں میں سے ایک ایسا آدمی نکلا جس کی شکل بندر کی طرح کی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پتھر کا ایک تھال تھا جس میں آگ جل رہی تھی۔ وہ ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے پیچھے دس بارہ اسی قسم کے بندر نما آدمی آ گئے۔ انہوں نے تیر کمان پکڑ رکھے تھے۔ آگ والے بندر نما آدمی نے اشارہ کیا۔ دوسرے

آدمی اشارہ پاتے ہی تیروں کو آگ لگا کر مسجد کے حجرے پر برسانے لگے۔ ناگ نے دیکھا کہ تیر مسجد کے حجرے تک جاتے اور پھر ان کی آگ اپنے آپ بجھ جاتی اور وہ غائب ہو جاتے۔ جب ان کے تیر ختم ہو گئے اور حجرے کو آگ نہ لگ سکی تو بندر نما آدمی نے غصے میں آ کر آگ سے بھرا ہوا تھال مسجد کی طرف اچھال دیا۔ تھال آگ کے شعلے اڑاتا فضا میں چکر کھاتا ہوا مسجد کے اوپر گیا اور پھر یوں ہوا کہ اس کی آگ ایک دم سے بجھ گئی اور بھاری تھال فضا میں اڑتا ہوا واپس آیا اور بندر نما آدمیوں کے سروں پر گر پڑا۔ کئی کچلے گئے اور باقی چیختے چلاتے واپس جنگل کو بھاگے۔ ان کے سردار کا مارے غصے کے بُرا حال ہو رہا تھا۔ طیش میں آ کر اس نے ایک درخت کو جڑ سے اکھاڑا اور مسجد کی طرف پھینکا۔ درخت پچاس فٹ تک فضا میں بلند ہوا اور پھر وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ اتنے میں شیر کی دھاڑ سنائی دی۔ بندر نما آدمی نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس کے سامنے وہی دھاری دار سفید شیر کھڑا غرّا رہا تھا۔ بندر نما آدمی بھاگا مگر شیر نے ایک ہی چھلانگ میں اسے دبوچا اور اپنے منہ میں اٹھا کر جنگل میں گم ہو گیا جو درخت فضا میں کھڑا تھا آہستہ آہستہ اڑتا ہوا نیچے اترا اور دوبارا اسی جگہ پر آ کر لگ گیا جہاں وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پہلے کھڑا تھا۔

ناگ یہ سارا تماشا حیرت سے دیکھتا رہا۔ خدا رسیدہ بزرگ نے بدی کی طاقتوں پر ایک بار پھر فتح حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد جنگل میں صبح کی ہلکی ہلکی نورانی روشنی پھیلنے لگی۔ اس روشنی میں مسجد کا گنبد چاندی کی طرح چمک اٹھا۔ ناگ بارہ دری سے نکلا کہ جا کر مسجد کے دروازے پر بیٹھ جائے اور جب بزرگ القادری باہر نکلیں تو انہیں سلام کر کے اپنا مدعا بیان کرے۔ ابھی اس نے بارہ دری سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ اسے اپنے سامنے ایک سفید ڈاڑھی والے نورانی صورت کے ایک بزرگ کھڑے دکھائی دیئے۔ ناگ نے انہیں پہچان لیا یہ وہی بزرگ تھے جنہیں اس نے رات کو شیر پر سوار جنگل سے مسجد کی طرف آتے دیکھا تھا۔ بزرگ کے چہرے سے نور کی رحمدلی اور محبت کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ ناگ نے ادب سے انہیں سلام کیا۔ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بزرگ نے کہا:

"میں جانتا ہوں تم کیا مقصد لے کر میرے پاس آئے ہو۔ میں تمہیں ہرگز نہ ملنے آتا اگر تمہارا مقصد نیک نہ ہوتا۔ مجھے معلوم ہے تم ایک عذاب میں پھنسی ہوئی روح کی نجات کے لیے میرے پاس آئے

ہو۔ میں تمہارے اس انسانی ہمدردی کے جذبے کی قدر کرتا ہوں۔"

ناگ نے کہا:

"اے خدا کے برگزیدہ بزرگ! کیا میں صحیح مقام پر پہنچا ہوں؟"

بزرگ نے کہا:

"ہاں — مجھے ہی القادری کہتے ہیں۔"

ناگ نے کہا:

"تو پھر مصیبت میں مبتلا روح پر رحم کرتے ہوئے مجھے یہ فرمایئے کہ میں عظیم مسلمان بزرگ یاقوت یمانی کی روح سے کیوں کر ملاقات کر سکتا ہوں۔ کیوں کہ جب تک وہ روح کو معاف نہیں کریں گے اسے عذاب سے نجات حاصل نہیں ہوگی۔

بزرگ القادری نے فرمایا:

"اے انسانوں اور روحوں کا درد رکھنے والے ناگ! جس زبردست ہستی کا تم نے نام لیا ہے وہ خدا رسیدہ بزرگ بھی ہیں اور شہید بھی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ میں اپنی جان دیتے ہیں شہید ہوتے ہیں اور شہید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مرتے نہیں بلکہ زندہ ہوتے ہیں۔ اس لیے تم عظیم ہستی یاقوت یمانی شہید سے زندہ حالت میں ملاقات کر سکتے ہو۔"

ناگ نے پوچھا:

"میں کہاں ان کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں؟"

بزرگ القادری نے فرمایا:

"ویسے تو وہ اپنے محبت کرنے والوں کو ہر جگہ اور ہر مقام پر مل سکتے ہیں۔ مگر تم ان کی خدمت میں ایک کام کے لیے حاضر ہونا چاہتے ہو۔ اس لیے تمہیں خود چل کر ان کے پاس جانا ہو گا۔"

ناگ نے کہا:

"میں ان کی خدمت میں خود چل کر جانے کو تیار ہوں۔ مجھے فرمایئے۔ میں ان سے کہاں ملاقات کا شرف حاصل کر سکتا ہوں؟"

بزرگ القادری نے فرمایا:

"یہاں سے شمال کی جانب ایک ملک پاکستان آباد ہے جو دین اسلام کا قلعہ ہے۔ وہاں بڑے دین دار اور اللہ کے نیک اور عبادت گذار بندے رہتے ہیں۔ وہاں ایک شہر لاہور ہے۔ اس شہر

کے باہر ایک دریا بہتا ہے جس کا نام راوی ہے چاند کی چودھویں رات کو تم اس دریا پر شمال مغرب کی طرف جو باغ ہے وہاں جانا اور دریا کی طرف دیکھتے رہنا۔ پھر دل میں بزرگ یاقوت یمانی کا نام پانچ بار دہرانا۔ اگر تمہاری قسمت اچھی ہوئی تو وہ تمہیں ملنے وہاں تشریف لے آئیں گے۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ وہاں پاک صاف ہو کر بیٹھنا اور کسی سانپ کا خیال دل میں نہ لانا اور وہاں نہ کسی سانپ سے بات کرنے کی کوشش کرنا۔ نہیں تو تم بزرگ یاقوت یمانی کی ایک جھلک بھی نہ دیکھ سکو گے۔"

ناگ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بزرگ القادری غائب ہو گئے۔

ناگ نے دل ہی دل میں ان کا شکریہ ادا کیا اور جنگل سے نکل کر ترچنا نامی گاؤں کو جانے والی سڑک پر روانہ ہو گیا۔ دن نکل آیا تھا۔ دھوپ چمک رہی تھی۔ رات بھر کی بارش کی وجہ سے درخت گیلے تھے اور ان کے پتوں سے کہیں کہیں ابھی تک پانی ٹپک رہا تھا۔ ناگ کو ناگن رنگا متی کا خیال آیا۔ وہ بھی اسی گاؤں میں تھی۔ ہو سکتا تھا اس سے ملاقات ہو جائے۔ مگر ناگ وہاں کسی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے ملے بغیر سیدھا رامیشورم اور وہاں سے ٹرین میں سوار ہو کر مدراس پہنچنا چاہتا تھا تاکہ وہاں سے جہاز پکڑ کر ہندوستان کے سرحدی شہر میں سے ہوتا ہوا پاکستان پہنچ سکے۔

ترچنا گاؤں سے اسے رامیشورم جانے والی ایک بس مل گئی۔ وہ رامیشورم پہنچ کر ریلوے سٹیشن پر آ گیا اور مدراس جانے والی مجورا ایکسپریس کا انتظار کرنے لگا۔ یہ ایکسپریس ٹرین دو گھنٹے انتظار کرنے کے بعد آئی۔ ناگ جلدی سے اس میں سوار ہو گیا۔ ٹرین مدراس شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔

مدراس پہنچ کر ناگ سیدھا ائرپورٹ پر آ گیا۔ چونکہ اس کے پاس پیسے تھے اس لیے وہ ٹکٹ خرید کر ہوائی جہاز کا سفر کرنا چاہتا تھا۔ مدراس سے امرتسر جانے والا جہاز اسے شام کے وقت ملا اور آٹھ بجے رات امرتسر کی طرف روانہ ہوا۔ امرتسر ہندوستان کا آخری سرحدی شہر تھا اور یہاں سے وہ سرحد عبور کر کے پاکستان کے شہر لاہور میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں ساری معلومات حاصل کر رکھی تھیں۔

ائر انڈیا کا جہاز رات کے ساڑھے گیارہ بجے امرتسر

پہنچ گیا۔ ناگ ائرپورٹ سے نکلا اور شہر کی طرف آ گیا۔ وہ رات بسر کر کے اگلے روز سرحد عبور کرنا چاہتا تھا۔ کیوں کہ اس کے پاس بھارت کے کرنسی نوٹ تھے جو اس نے پاکستان کے کرنسی نوٹوں میں تبدیل کروانے تھے۔ اس کی جیب میں اٹھارا ہزار کے قریب بھارتی نوٹ تھے۔ ان میں زیادہ نوٹ سو سو کے تھے۔ اس نے ایک سکھ سے کسی ہوٹل کا پتہ پوچھا اور شہر کے سب سے خوبصورت علاقے سول لائینز میں آ گیا۔

یہاں کرسٹل نام کا ایک تین منزلہ شاندار ہوٹل تھا۔ ناگ نے ایک کمرہ کرائے پر لیا اور بستر پر لیٹ کر دوسرے دن کے پروگرام کے بارے میں غور کرنے لگا۔ اس کے لیے سرحد عبور کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ وہ بڑی آسانی کے ساتھ پرندہ بن کر سرحد عبور کر سکتا تھا۔ وہ کسی پرندے کی شکل میں مدراس سے امرتسر بھی آ سکتا تھا۔ مگر جہاز میں اسے یہ آسانی تھی کہ وقت بہت کم لگا۔ اور وہ جلدی پہنچ گیا۔ کیوں کہ ایک پرندہ چاہے وہ جتنا تیز اڑے جیٹ ہوائی جہاز کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

ناگ کو نیند آ گئی۔ آنکھ کھلی تو صبح ہو چکی تھی۔ بیرا ناشتہ لے آیا۔ اس کو ناشتے وغیرہ کی ضرورت تو نہیں تھی مگر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس نے یونہی بیرے کا دل رکھنے کے لیے ناشتہ کیا۔ اسے انعام میں کچھ پیسے دیئے اور ہوٹل کا بل ادا کر کے سڑک پر آ گیا۔ سڑک پر لوگ اپنے اپنے کاروبار کو جا رہے تھے سائیکل رکشا بھی چل رہے تھے۔ ہوٹل سے اس نے معلوم کر لیا تھا کہ کرنسی نوٹ ہال بازار کے ایک بینک میں تبدیل کیے جاتے ہیں۔ وہ پوچھتا پوچھتا ہال بازار میں آ گیا۔ یہاں ایک بینک میں داخل ہو کر ناگ کاؤنٹر پر آیا اور کہا کہ اس کے پاس اٹھارہ ہزار کے قریب بھارتی کرنسی ہے جسے وہ پاکستانی کرنسی میں تبدیل کروانا چاہتا ہے۔

کاؤنٹر کلرک نے غور سے ناگ کی طرف دیکھا اور کہا:

"مہاراج! آپ بنچ پر بیٹھیں میں ابھی آپ کے لیے پاکستانی کرنسی کا بندوبست کرتا ہوں۔"

ناگ کو کیا معلوم کہ وہ اس کو پکڑوانے کی سازش کر رہا ہے۔ وہ سامنے والے بنچ پر بیٹھ گیا۔ کاؤنٹر کلرک نے اسی وقت ٹیلی فون پر بینک کے مینجر کو اطلاع دے دی اور مینجر نے پولیس کو خبر کر دی کہ ایک آدمی اٹھارہ ہزار روپے کی پاکستانی کرنسی بدلوانا چاہتا ہے۔ پولیس کو یقین ہو گیا کہ وہ ضرور کوئی پاکستانی جاسوس ہے اور اب بھارتی کرنسی بدلوا کر پاکستان کی سرحد عبور کرنے کی سنکر

میں ہے۔

پولیس فوراً جیپ میں سوار ہو کر بینک میں آ گئی۔ ناگ بنچ پر ہی بیٹھا تھا کہ ایک موٹا تازہ سکھ تھانیدار چار سپاہیوں کے ساتھ ناگ کے پاس آ کر بولا:

"تمہارے پاس بھارتی کرنسی ہے اور تم پاکستانی کرنسی لینا چاہتے ہو؟"

ناگ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ اس نے کہا ہاں میرے پاس بھارتی کرنسی ہے اور میں پاکستانی کرنسی میں اسے تبدیل کروانا چاہتا ہوں۔

سکھ تھانیدار نے پوچھا:

"تمہارا پاسپورٹ کہاں ہے؟"

ناگ نے حیرانی سے کہا:

"وہ کیا ہوتا ہے؟"

سکھ تھانیدار نے کہا:

"تم پاکستان سے کب ہندوستان کی سرحد میں داخل ہوئے تھے؟"

ناگ نے کہا:

"میں مدراس سے آ رہا ہوں۔ پاکستان کی سرحد میں اب داخل ہوں گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سکھ تھانیدار نے مونچھوں کو تاؤ دے کر کہا:

"پاکستان تمہیں ہم پہنچائیں گے۔ فکر نہ کرو۔ چلو ہمارے ساتھ۔"

ناگ کو کچھ معلوم نہ تھا کہ یہ بھارتی پولیس ہے اور تھانیدار اسے تھانے لیے جا رہا ہے۔ وہ سمجھا کہ ہو سکتا ہے یہ لوگ خود اسے سرحد عبور کروا دیں۔ اس نے اُٹھتے ہوئے پوچھا:

"کیا آپ میرے نوٹ بھی تبدیل کروا دیں گے؟"

تھانیدار نے کہا:

"کیوں نہیں مہاراج! آپ کے نوٹ بھی تبدیل کروا دیں گے اور پاکستان کی سیر بھی کروائیں گے۔ آؤ — باہر سواری تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

پھر اس نے سپاہیوں سے کہا:

"بٹھاؤ گڈی وچ ایس مامے نوں۔"

ناگ نے پھر بھی کوئی خیال نہ کیا۔ وہ یہ سمجھا کہ ماما کا نام تھانیدار نے اس کی عزت بڑھانے کے لیے لیا ہے۔ وہ سپاہیوں کے ساتھ جیپ میں بیٹھ گیا۔ جیپ اسے لے کر تھانے آ گئی۔ تھانے پہنچ کر تھانیدار نے اپنا بید میز پر رکھا اور ناگ کو سامنے پنچ پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ تھوڑی دیر

تک وہ رجسٹر میں کچھ لکھتا رہا۔ پھر ناگ کو ساتھ والے کمرے میں لے گیا۔ یہاں ایک میز اور سٹول پڑا تھا۔ ناگ کو سٹول پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے تھانیدار خود میز پر بیٹھ گیا اور ناگ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا:

"اب بتاؤ تمہارے ساتھ اور کون کون سے پاکستانی جاسوس بھارت میں آئے تھے اور اس وقت وہ کہاں اور کس مقام پر ہیں"؟

ناگ تو اُس کا منہ تکنے لگا:

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں کسی ملک کا جاسوس نہیں ہوں۔"

"پھر تم جس ملک کے ہو اس ملک کا پاسپورٹ کہاں ہے — ؟"

"وہ کیا ہوتا ہے؟"

تھانیدار نے گرج کر کہا:

"چُوچا بننے کی کوشش نہ کرو۔ سیدھی طرح اپنے ساتھی جاسوسوں کے نام پتے بتا دو۔ نہیں تو ہمیں اصل بات اگلوانے کے بڑے طریقے آتے ہیں۔"

ناگ نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میں کسی ملک کا جاسوس نہیں ہوں اور میں کسی ملک کا باشندہ نہیں ہوں۔ یہ ساری دنیا میرا ملک ہے۔"

تھانیدار کو ایک سپاہی نے کہا کہ مہتہ جی آ گئے ہیں۔

تھانیدار نے کہا:

اس مسلے کو حوالات میں لے جا کر بند کر دو دس بجے اسے عدالت میں پیش کر کے ریمانڈ لونگا۔ پھر یہ سب کچھ بک دے گا۔"

ناگ کو ایک گندی سی حوالات میں بند کر دیا۔ حوالات میں بند کرنے سے پہلے سکھ تھانیدار نے اس کی جیب سے اٹھارہ ہزار کچھ سو روپے کے انڈین کرنسی کے نوٹ نکال کر اپنے پاس رکھ لیے۔ ناگ یونہی کسی انسان کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا کہ عدالت میں جا کر مجسٹریٹ کے آگے ساری بات کھول کر بیان کر دے گا اور وہ اسے چھوڑ دے گا۔ حوالات میں پہلے سے تین کمزور سے لڑکے موجود تھے شکل و صورت سے وہ سخت بیمار لگ رہے تھے۔ ان کے رنگ زرد تھے اور آنکھوں کے گرد حلقے چھائے ہوئے تھے۔ انہوں نے ناگ سے پوچھا کہ وہ کس جرم میں وہاں آیا ہے اور کون ہے۔ ناگ نے بتایا کہ اس پر پاکستانی جاسوس

ہونے کا الزام لگایا گیا ہے۔ تینوں لڑکے بھی پاکستانی تھے اور ان پر بھی جاسوسی کا الزام لگا کر انہیں قید کیا گیا تھا۔ انہوں نے ناگ کو بتایا کہ وہ پاکستان کے ایک سرحدی گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ وہ اندھیری رات میں گاؤں کا راستہ بھول کر بھارت کی سرحد میں داخل ہو گئے اور پولیس نے انہیں پکڑ لیا۔

ایک لڑکے نے کہا:

"سکھ پولیس نے ہمارے ساتھ بہت ظلم کیے ہیں ہمیں بہت مارا ہے۔ ہمیں کھانے کو مٹی ملی روٹی اور ریت ملی دال دیتے ہیں۔ ہمیں الٹا لٹکائے رکھتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں دوسرے جاسوسوں کے نام پتے بتاؤ۔ ہم بے گناہ ہیں۔ ہم تو گاؤں کے رہنے والے کسانوں کے بیٹے ہیں۔ خدا جانے ہمارے ماں باپ کا پیچھے کیا حال ہو رہا ہو گا۔"

دوسرے نے پوچھا:

"تم پاکستان سے بھارت کیسے آ گئے؟"

ناگ نے کہا:

"بس تمہاری طرح راستہ بھول کر ادھر آ نکلا اور پولیس نے پکڑ لیا"

تیسرے لڑکے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہنے لگا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میری ماں بوڑھی ہے۔ وہ میرے غم میں مر گئی ہو گی۔ میری بہن مجھ سے بڑی محبت کرتی ہے۔ اس نے رو رو کر اپنا بُرا حال کر لیا ہو گا۔"

ناگ نے پوچھا:

"کیا یہ لوگ تمہیں رہا نہیں کریں گے؟"

"ہرگز نہیں۔ یہ ہمیں آہستہ آہستہ اذیتیں دے کر ہلاک کر ڈالیں گے۔ اس سے پہلے کئی لڑکے راستہ بھول کر ان کے ہتھے چڑھے اور پھر ان کے ماں باپ کو ان کی لاشیں بھی نہ مل سکیں۔"

ناگ کو ان لڑکوں پر بڑا ترس آیا۔ اس نے دل میں اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ وہ انہیں بھارتی ظالم پولیس کی قید سے چھڑا کر ان کے گھر پہنچائے گا۔ اس نے کہا:

"گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں یہاں سے نکالنے کی کوشش کروں گا۔"

ایک لڑکے نے آہ بھر کر کہا:

"شاید تمہیں معلوم نہیں کہ یہاں سے کبھی کوئی بچ کر واپس اپنے ماں باپ کے پاس نہیں جا سکا۔ یہ دشمن ملک ہے اور سرحد پر ان کی فوج بیٹھی ہے۔"

دوسرا بولا:

اب تمہاری قسمت میں ہماری طرح پردیس میں اذیت کی موت مرنا لکھا جا چکا ہے۔ کاش تم ان کے ہتھے نہ چڑھتے۔ اب ہمیں کبھی واپس پاکستان جانا نصیب نہیں ہو گا۔"

ناگ نے انہیں حوصلہ دیتے ہوئے کہا:

"انسان کو ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ ہو سکتا ہے قدرت تمہاری رہائی یا فرار کا کوئی وسیلہ پیدا کر دے۔"

تیسرے نے کہا:

"یہاں سے فرار ناممکن ہے۔ سارا ملک ہمارا دشمن ہے۔ اوّل تو ہم اس حوالات سے بھاگ نہیں سکتے۔ اگر نکل بھی گئے تو لوگ ہمیں کتّے بلیوں کی طرح ڈنڈوں سے مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔ کیوں کہ ان کے نزدیک ہم پاکستانی جاسوس ہیں۔"

ناگ خاموش ہو گیا اور وہاں سے ان بے گناہ پاکستانی نوجوان لڑکوں کے فرار کے بارے میں سوچنے لگا۔ پورے دس بجے انہیں ہتھکڑیاں پہنا کر جیپ میں بٹھا کر عدالت میں لے جایا گیا۔ ناگ نے مجسٹریٹ کو بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ اور اس کے ساتھی لڑکے پاکستانی جاسوس نہیں ہیں مگر مجسٹریٹ بھی ہندو تھا۔ اس پر ذرا سا بھی اثر نہ ہوا۔ اس نے دس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دن کا ریمانڈ دے دیا۔ پولیس انہیں لے کر جوڈیشل جیل میں آ گئی۔ انہیں الگ الگ کوٹھڑیوں میں بند کر کے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ تینوں لڑکوں کی پہلے باری آئی۔ ان کو مارا جا رہا تھا۔ ان کی دبی دبی چیخیں نکل رہی تھیں۔ ناگ کو سخت غصہ آیا۔ ایک ہٹا کٹا سکھ ناگ کی کوٹھڑی میں بھی آ گیا۔ اس کے پاس موٹا سا ڈنڈا تھا۔ اس نے ناگ کی ٹانگ پر ڈنڈا مار کر کہا:

"بتاؤ تمہارے دوسرے پاکستانی جاسوس کہاں ہیں"؟

ناگ کو پہلی بار کسی نے یوں ڈنڈا مارا تھا۔ تکلیف تو اسے بڑی ہوئی مگر وہ پی گیا۔ اس نے سکھ سے کہا:

"اگر تم نے دوسری بار ڈنڈا مارا تو میں تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکتا۔"

سکھ سپاہی نے ناگ کو بڑی غلیظ گالی دی اور کہا:

"حرامزادے! ہم تو تمہاری بوٹی بوٹی کر دیں گے۔ بلاؤ پاکستانی فوج کو اپنی مدد کے لیے۔"

ناگ کے بازو پر سکھ سپاہی نے زور سے دوسرا ڈنڈا مارا تو اس کا خون کھول اٹھا۔ گالی کی وجہ سے وہ پہلے ہی آگ بگولا ہو رہا تھا۔ اس نے اچھل کر اس قدر زور سے سانس لیا کہ معلوم ہوا کوئی اژدہا پھنکار رہا ہو۔ ناگ دس ___ سروں والے شیش ناگ کے روپ میں سامنے آ گیا۔ شیش ناگ کے ہر منہ سے آگ کے شعلے نکلنے لگے۔ سکھ سپاہی خوف کے مارے تھر تھر کانپنے لگا۔ مگر اب وہ ناگ کے انتقام سے نہیں بچ سکتا تھا۔ شیش ناگ کی دس زبانوں سے نکلتی ہوئی آگ کے شعلوں نے ایک پل کے اندر اندر سکھ سپاہی کو اس طرح بھسم کر ڈالا کہ وہاں کوٹھڑی میں اس کا نشان تک باقی نہ رہا۔ وہ دھواں بن کر فضا میں اُڑ گیا۔ ناگ پھر انسانی شکل میں واپس آ گیا۔

اسے ابھی تک ساتھ والی کوٹھڑیوں سے پاکستانی نوجوان لڑکوں کے چیخنے کی بھیانک آوازیں آ رہی تھیں۔ پھر یہ آوازیں بند ہو گئیں۔ اسے دروازوں کے کھلنے اور پھر بند ہونے کی آوازیں آئیں۔ ایک سپاہی ناگ کی کوٹھڑی کے کھلے دروازے کے پاس آ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ یہ دروازہ اس سکھ سپاہی نے کھولا تھا جس کو شیش ناگ کے شعلوں نے بھسم کر کے رکھ دیا تھا۔

سپاہی نے پوچھا:

"اوئے سردارا کہاں ہے؟"

ناگ نے کہا:

"یہاں تو کوئی نہیں آیا۔"

"پھر دروازہ کس نے کھولا تھا؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ بولا :

"ایک سپاہی دروازہ کھول کر ادھر کو گیا تھا۔"

جیل میں شور مچ گیا کہ سردارا سپاہی غائب ہو گیا ہے۔ اسے ہر جگہ تلاش کیا گیا مگر وہ کہیں نہ مل سکا۔ ناگ کوٹھڑی میں چپ چاپ بیٹھا پاکستانی بے گناہ لڑکوں کو وہاں سے فرار کروانے کے پروگرام پر غور کرتا رہا۔ آخر اس نے اسی رات وہاں سے فرار ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ رات ہو گئی۔ انہیں کھانے کو کچھ نہ دیا گیا۔ جیل میں بلب روشن ہو گئے اور پہرے دار کی آواز گونجنے لگی۔

"خبردار۔ ہوشیار۔ خبردار۔"

جب رات گہری ہوئی اور ہر طرف خاموشی چھا گئی تو ناگ سانپ کی شکل بدل کر اپنی کوٹھڑی سے باہر نکل آیا کوٹھڑی کے آگے لمبا دالان تھا۔ اس دالان کے دروازے پر دو سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ ناگ رینگتا ہوا ان پہریداروں کے پیچھے آ گیا۔ یہ کام کوئی مشکل نہیں تھا۔ اس نے دونوں پہرے دار سپاہیوں کو باری باری ڈسا اور ان کے جسم میں اتنا زہر ڈالا کہ جس سے وہ دو تین گھنٹوں تک بے ہوش رہیں۔ پھر اس نے انسانی شکل بدلی اور ان کوٹھڑیوں کے قریب آ کر لڑکوں کو آواز دی جہاں وہ قید تھے۔ بے چارے

مار کھانے کے بعد درد سے کراہ رہے تھے۔

ناگ نے کہا:

"میں چابیاں لے آیا ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔"

ناگ نے باری باری تینوں کوٹھڑیوں کے دروازے کھول دیئے۔ لڑکے درد کی اذیت سے لڑکھڑاتے ہوئے باہر نکل آئے۔

ناگ نے آہستہ سے کہا:

"اپنے حوصلے بلند رکھنا۔ اگر تم نے ذرا بھی کمزوری دکھائی تو میں تمہاری آزادی کی ذمے داری نہیں لوں گا اور تمہیں موت کے منہ سے نہیں بچا سکوں گا۔"

انہوں نے ناگ کو یقین دلایا کہ وہ اس کے کہنے پر عمل کریں گے۔ ناگ رات کے اندھیرے میں انہیں لے کر جیل کے دالان سے باہر نکل آیا۔ اب سب سے بڑی مصیبت ان کے سامنے تھی۔ جیل کے بڑے گیٹ پر چار سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔

ناگ نے کہا:

"تم لوگ اندھیرے میں یہیں چھپے رہو۔ میں ان پہریداروں سے جا کر نمٹتا ہوں۔"

تینوں لڑکوں کی جان پہلے ہی درد کے مارے ہوا ہو رہی تھی۔ ان کا سارا جسم درد کر رہا تھا۔ ایک لڑکے کے سر سے ہلکا ہلکا خون

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بھی بہہ رہا تھا۔ وہ دیوار کی اوٹ میں اندھیرے میں چھپ گئے۔ ناگ دیوار کے ساتھ ساتھ کھسکتا پیپل کے درخت کے نیچے آ گیا۔ یہاں اسے کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر سانپ کا روپ بدلا اور جیل کے بڑے گیٹ کی طرف رینگنے لگا۔ ناگ ان پہرے داروں کو اس طرح ڈسنا چاہتا تھا کہ وہ سانپ سانپ کہہ کر شور بھی نہ مچا سکیں۔ اس کام میں ناگ کو بڑی مہارت حاصل تھی۔ چنانچہ اس نے ایک ایک کر کے ان چاروں پہرے داروں کو بھی ڈس کر بے ہوش کر دیا۔ واپس پیپل کے درخت کے پاس آ کر انسانی شکل اختیار کی اور دیوار کی اوٹ میں چھپے ہوئے پریشان حال پاکستانی لڑکوں کے پاس آ کر کہا:

"جلدی سے بھاگ چلو۔ راستہ صاف ہے۔"

○

چار پُراسرار سپیرے

جیل سے فرار ہو کر وہ کھیتوں میں بھاگنے لگے۔

رات اندھیری تھی۔ کھیتوں میں تاریکی چھائی تھی۔ آزاد فضا میں آ کر تینوں پاکستانی لڑکوں میں جیسے ایک نئی طاقت آ گئی تھی۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے اپنی تکلیف بھول گئے تھے۔ ناگ ان کے ساتھ ساتھ بھاگ رہا تھا۔ سامنے ایک کچی سڑک آ گئی جس پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کھمبے کے ساتھ بجلی کے بلب روشن تھے۔

ناگ نے ان سے پوچھا:

"کیا تمہیں معلوم ہے پاکستانی سرحد کو کون سا راستہ جاتا ہے؟"

ایک لڑکے نے کہا:

"ہم پاکستان کی سرحد کی طرف ہی جا رہے ہیں۔ مگر ابھی ہم شہر میں ہیں۔ یہاں سے آگے دائم گنج کی آبادی آئے گی۔ پھر چھ ہرٹہ، خاصہ اور گورد سرستلانی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے گاؤں سے گذر کر ہم اٹاری پہنچ جائیں گے۔
وہاں سے سرحد تھوڑے ہی فاصلے پر ہے۔"
دوسرا لڑکا بولا:
"دائم گنج سکھوں کی آبادی ہے۔ ہمیں وہاں سے ہٹ کر کھیتوں میں سے ہو کر گذرنا ہو گا۔ اس آبادی میں رات کو پہرہ لگا ہوتا ہے۔ کتوں کے بھونکنے سے ہمارے پکڑے جانے کا ڈر ہے۔"
تیسرے لڑکے نے کہا:
"ہو سکتا ہے جیل میں ہمارے نکل بھاگنے کا سب کو پتہ چل جائے اور پولیس ہمارے پیچھے دوڑ پڑے۔"
ناگ نے کہا:
"اس کا مطلب ہے کہ ہمیں جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"
پہلا لڑکا کہنے لگا:
"ہم کتنی جلدی کر لیں۔ صبح ہونے سے پہلے سرحد تک نہیں پہنچ سکتے۔ اور ہم ضرور پکڑ لیے جائیں گے۔"
"پھر تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو؟"
ایک لڑکے نے کہا:
"میرا خیال ہے ہمیں رات کا باقی حصہ کسی جگہ

چھپ کر گذارنا چاہیے اور دوسرے روز رات کے اندھیرے میں سرحد عبور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"
دوسرے نے کہا:
"اس وقت تک سرحد پر فوج بھی چوکس ہو گئی ہو گی پھر ہمارا فرار ہونا مشکل ہو جائے گا۔ میں تو کہتا ہوں کہ ہمیں آج راتوں رات یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"
ناگ نے چٹکی بجا کر کہا:
"اس کے لیے ہمیں کسی سواری کی ضرورت ہے۔ مثلاً موٹر کار یا گھوڑوں کی۔"
"یہاں موٹر کار کام نہیں دے سکتی اور گھوڑے مل نہیں سکتے۔"
تیسرے لڑکے نے کہا:
"اگر ہمیں کہیں سے جیپ مل جائے تو وہ کھیتوں اور گڑھوں میں چل سکتی ہے۔"
"مگر جیپ کہاں سے مل سکتی ہے۔"
"دائم گنج میں تلاش کی جا سکتی ہے۔ وہاں امیر سکھ رہتے ہیں۔ ان کے پاس کاروں کے علاوہ جیپیں بھی ہوتی ہیں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ نے کہا:

"چلو دائم گنج کی طرف چلتے ہیں۔"

دائم گنج کی آبادی وہاں سے زیادہ دور نہیں تھی۔ ایک کچی سڑک سے گذر کر وہ کھیتوں سے باہر نکلے تو سامنے دائم گنج کی آبادی کے مکان اندھیرے میں نظر آ رہے تھے۔ کسی کسی مکان میں روشنی ہو رہی تھی۔ باقی ہر طرف اندھیرا تھا۔

ناگ نے کہا:

"تم لوگ اسی جگہ کھیت کنارے میرا انتظار کرو۔ میں جیپ تلاش کر کے لاتا ہوں۔"

ناگ تینوں لڑکوں کو کھیت کنارے چھوڑ کر دائم گنج کی آبادی کی طرف چل پڑا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ لڑکوں سے کافی فاصلے پر آ گیا ہے اور وہ اسے نہیں دیکھ رہے تو اس نے پرندے کی شکل اختیار کی اور اڑتا ہوا دائم گنج کی آبادی کا چکر لگانے لگا۔ ایک مکان کے پچھواڑے احاطے میں اسے ایک جیپ کھڑی دکھائی دی۔ وہ نیچے اتر آیا۔ اُس نے انسانی شکل بدلی اور جیپ کو سٹارٹ کرنے کی بجائے اسے کھینچتا ہوا احاطے سے باہر لے آیا۔ قریب ہی ایک کتا بھونکنے لگا۔ ناگ نے کوئی توجہ نہ دی اور جیپ کو کھینچتا دائم گنج کی آبادی سے باہر کچی سڑک پر لے آیا۔ یہاں اس نے اگلی سیٹ پر بیٹھ کر

جیپ کو آہستہ سے سٹارٹ کیا۔ جیپ نئی تھی۔ اس کے انجن کا شور زیادہ نہیں تھا۔ جیپ کو لے کر وہ تینوں لڑکوں کے پاس آ گیا۔

"جلدی سے بیٹھ جاؤ اس میں۔"

تینوں لڑکے جیپ میں گھس گئے اور ناگ نے جیپ کو کچی سڑک پر ڈال دیا جو ایک لڑکے کے کہنے کے مطابق سرحدی دیہات کی طرف جاتی تھی۔ جیپ دائم گنج کی آبادی کو تیزی سے پیچھے چھوڑتی ہوئی چھ ہرٹ گاؤں کی طرف دوڑنے لگی۔ رات کے تین بجنے والے تھے۔ گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے میں پَو پھوٹنے والی تھی۔ ناگ ان لڑکوں کو دن نکلنے سے پہلے پہلے سرحد پار کرا دینا چاہتا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ پیچھے ان کے جیل سے فرار کا پتہ چل گیا ہو اور سکھ پولیس ان کے تعاقب میں بھاگی چلی آ رہی ہو۔

چھ ہرٹ گاؤں آیا اور گذر گیا۔ دوسرا گاؤں خاصہ آیا تو پیچھے سے فائر کی آواز آئی۔ پھر تھوڑی بعد گولیاں چلنے لگیں۔ ناگ نے مڑ کر دیکھا۔ دور پیچھے سڑک پر کسی جیپ کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ تینوں لڑکے سہم گئے۔

"بھارتی پولیس ہمارا پیچھا کر رہی ہے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جو لڑکا سب سے بڑا تھا بولا۔:

"ہمیں جیپ یہاں چھوڑ کر کھیتوں میں چھپ جانا چاہیئے۔"

دوسرے نے جلدی سے کہا:

"اس طرح وہ ہمیں پکڑ لیں گے۔"

پہلا بولا:

"وہ قریب آ رہے ہیں۔ اب وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

ناگ نے کہا:

"خاموش رہو۔ کیوں بے کار شور مچاتے ہو۔ میں نے تمہیں سرحد پار کرانے کا وعدہ کیا ہے۔ تمہیں پار کرا دوں گا۔"

"مگر پولیس ہمارے سر پر پہنچ گئی ہے۔"

"گھبراؤ نہیں۔" ناگ نے کہا:

"ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

لڑکے پریشان تھے کہ سب کیا ٹھیک ہو جائے گا۔ پولیس انہیں پکڑ لے گی اور واپس امرتسر جیل میں لے جا کر پھانسی چڑھا دے گی۔ ان کی جیپ پر پیچھے سے گولیاں برسنے لگیں۔

ناگ نے چلا کر کہا:

"جیپ میں لیٹ جاؤ۔"

تینوں لڑکے جیپ میں تڑ مُڑ کر لیٹ گئے۔

ناگ نے جیپ کو کچے میں اتار دیا اور پھر وہ اسے کھیتوں میں لے گیا۔ پولیس کی جیپ بھی گولیاں برساتی اس کے پیچھے لگی رہی۔ ناگ اندھیرے میں پوری طرح سے دیکھ سکتا تھا۔ اسے ایک طرف جھاڑیوں کے پیچھے کھائی دکھائی دی۔ اس نے جیپ کو تیزی سے جھاڑیوں کے پیچھے موڑا۔ تینوں لڑکوں کو پکڑ کر جیپ سے اتارا اور جیپ کو کھائی میں لڑھکا دیا۔ کھائی میں جیپ ایک دھماکے سے گری اور اسے آگ لگ گئی۔

ناگ نے کہا:

"جھاڑیوں میں چھپ جاؤ۔"

لڑکے جھاڑیوں میں چھپ گئے۔ پولیس کی جیپ کھائی کے کنارے پر آ کر رُک گئی۔ سپاہی مشین گنیں اٹھائے جیپ سے اتر کر نیچے کھائی میں دیکھنے لگے:

"کہانی ختم ہوئی۔ سب مر گئے۔ چلو واپس چلو۔"

سکھ ٹھاکیدار اور تینوں سپاہی جیپ میں سوار ہو گئے۔ اور جیپ واپس مڑ گئی۔ جب وہ سڑک پر نظروں سے اوجھل ہو گئی تو ناگ اور تینوں لڑکے جھاڑیوں میں سے نکل

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آئے۔ وہ بڑے خوش تھے کہ ناگ کی سکیم کامیاب ہو گئی تھی۔

ایک نے کہا:

"اگر آپ اس وقت یہ ترکیب نہ نکالتے تو ہم پکڑے جاتے۔"

دوسرے نے کہا:

"سکھ پولیس نے ہمیں اس بار زندہ نہیں چھوڑنا تھا۔"

تیسرا لڑکا پریشانی سے بولا:

"خطرہ اب بھی ہمارے سر پر منڈلا رہا ہے۔ ہم ابھی بھارتی علاقے میں ہیں اور پاکستان کی سرحد کافی دور ہے۔ ہمیں دن نکلنے سے پہلے پہلے یہاں سے فرار ہو جانا چاہیے۔"

ناگ نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا:

"مگر صبح تو ہونے والی ہے۔"

پہلا لڑکا بولا:

"ہمیں دن کا وقت کسی جگہ چھپ کر بسر کرنا چاہیے اور رات کو سرحد پار کرنے کی کوشش کرنی ہو گی۔ کیوں کہ دن کے وقت تو ہم ضرور پکڑے جا سکتے ہیں۔"

وہ چاروں جھاڑیوں سے باہر نکل کر اتاری جانے والی یعنی جی ٹی روڈ کے قریب آ کر کھیتوں کھیت آگے بڑھنے لگے۔ جوں جوں صبح ہو رہی تھی کھیتوں میں روشنی پھیلتی جا رہی تھی اور کسان ہل لے کر کھیتوں کو جاتے دکھائی دینے لگے تھے۔ ایک جگہ کھیتوں سے ہٹ کر پیپل کے گنجان درخت تلے ایک کچی کوٹھڑی بنی ہوئی تھی۔ ناگ تینوں لڑکوں کو وہاں لے گیا۔ کوٹھڑی بند تھی اور باہر کنڈی لگی تھی۔ ناگ نے کنڈی کھول کر اندر جھانک کر دیکھا۔ آدھی کوٹھڑی میں توڑی بھری ہوئی تھی۔ طے یہ پایا کہ تینوں لڑکے اس توڑی والی کوٹھڑی میں دن بھر چھپے رہیں گے۔ ناگ ادھر اُدھر گھوم پھر کر پہرہ دے گا۔ پھر جب رات کا اندھیرا چھا جائے گا تو وہاں سے نکل کر پاکستانی سرحد کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔

ایک لڑکے نے ناگ سے کہا:

"آپ اگر باہر رہے تو پکڑے جا سکتے ہیں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ ہی کوٹھڑی میں چھپ جائیں۔"

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"میں اپنی حفاظت کرنا جانتا ہوں۔ اب تم چپکے سے کوٹھڑی میں جا کر بیٹھ جاؤ۔ میں باہر سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کنڈی چڑھا دوں گا۔ اگر کوئی اتفاق سے اندر داخل ہوا بھی تو تم فوراً توڑی میں اپنے آپ کو چھپا لینا۔ میں تمہارے لیے پانی اور کھانے کا کچھ بندوبست کرتا ہوں۔"

تینوں پاکستانی لڑکوں کو توڑی والی کوٹھڑی میں چھپا کر ناگ ایک گاؤں کی طرف چل پڑا جو اسے تھوڑے فاصلے پر دکھائی دے رہا تھا۔ گاؤں تک پہنچتے پہنچتے دن کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ سکھ کسان کہیں کھیتوں میں پانی لگا رہے تھے اور کہیں ہل چلا رہے تھے گاؤں کے باہر دو کتے مٹی میں لوٹ لگا رہے تھے۔ کہیں پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کسی کسی گھر سے مرغ کی بانگ کی آواز سنائی دے جاتی تھی۔

ناگ گاؤں کے پیچھے کی طرف آ گیا۔ اس کی جیب میں بھارتی کرنسی کی ایک کوڑی بھی نہیں تھی۔ اس نے یہی سوچا تھا کہ کسی مکان کا دروازہ کھٹکھٹا کر اپنے ساتھیوں کے لیے کھانے کو دو چار روٹیاں لے لے گا۔ اچانک ناگ کو بین کی آواز سنائی دی۔ یہ کوئی سپیرا تھا جو سانپوں کا جھولا بغل میں لٹکائے بین بجاتا تماشہ دکھانے اپنے ڈیرے سے نکلا تھا۔ ناگ ایک طرف ہو گیا۔ وہ خوامخواہ کوئی تماشہ نہیں بنانا چاہتا تھا۔

مگر کم بخت سپیرا بین بجاتا اسی طرف آ رہا تھا۔ جب وہ ناگ کے قریب سے گذرنے لگا تو سپیرے کے جھولے میں جو سانپ تھے۔ ان میں افراتفری سی مچ گئی۔ سپیرے نے بین منہ سے ہٹائی اور جھولا اتار کر سانپوں سے بولا:

"بس بچو بس! کیا ہو گیا ہے تمہیں صبح صبح، ابھی تو سارا دن شہر میں تماشہ دکھانا ہے۔"

جونہی اس نے ٹوکرا جھولے سے باہر نکالا۔ سانپوں نے زور لگا کر اس کا ڈھکنا اٹھا کر پرے پھینک دیا اور چاروں کے چاروں پھنیئر سانپ پھن اٹھا کر ناگ کی طرف رینگتے ہوئے آئے اور اس کے آگے آ کر سر زمین کے ساتھ لگا دیئے۔ سپیرا تو یہ سین دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کبھی ناگ کی صورت کو تکتا اور کبھی اپنے سانپوں کو دیکھتا جو ناگ کے قدموں سے سر نہیں اٹھا رہے تھے۔ اچانک ناگ کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے سپیرے سے کہا:

"یہ سانپ میرے ہیں۔ میں ان کا اصل مالک ہوں اگر میں تمہیں کروندیئے سانپوں کا بادشاہ سفید کروندیا لا کر دے دوں تو تم مجھے یہ چاروں سانپ اپنا جھولا اور بین دے دو گے؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سفید کروندیا سانپ کسی سپیرے کے ہاتھ نہیں آتا تھا جس کسی کے ہاتھ آجائے اسے خوش قسمت سمجھا جاتا تھا اور قبیلے میں اس کی بڑی عزت ہوتی تھی۔ وہ سپیرا سفید سانپ کا تماشہ دکھا کر ہزاروں روپے کما سکتا تھا۔

سپیرے نے بین اور جھولا زمین پر رکھ دیا اور ہاتھ باندھ کر بولا:

"مائی باپ ایک بار مجھے سفید کروندیا لا دو۔ چاہے یہ میرے کپڑے بھی لے لو۔"

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"آنکھیں بند کرو۔"

سپیرے نے آنکھیں بند کر لیں۔ ناگ نے ایک منتر پڑھ کر شیش ناگ سے کہا: کہ سفید کروندیا سانپ اس وقت جہاں کہیں بھی ہے حاضر کرے۔

شیش ناگ کو ناگ دیوتا نے حکم دیا تھا۔ وہ کیسے انکار کر سکتا تھا۔ اس نے دریا کنارے دلدلی زمین کے اندر سوئے ہوئے سفید کروندیئے کو حکم دیا کہ عظیم ناگ دیوتا کے حضور پیش ہو۔ چند لمحوں کے اندر اندر ایک سفید کروندیئے سانپ نے ناگ کے حضور پیش ہو کر سر جھکایا اور کنڈلی مار کر ادب سے بیٹھ گیا۔

ناگ نے سپیرے سے کہا:

"آنکھیں کھول کر دیکھو۔"

سپیرے نے جب اپنے سامنے انمول اور قیمتی سانپوں کے بادشاہ سفید کروندیئے سانپ کو کنڈلی مارے دیکھا تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔

ناگ نے کہا:

"آج سے یہ سفید سانپ تمہارا ہے۔ اس کی حفاظت کرنا اور خدمت کرنا۔ خبردار اسے کبھی ناراض مت کرنا۔ نہیں تو یہ واپس جہاں سے آیا ہے وہیں چلا جائے گا۔"

سپیرے نے ہاتھ باندھ کر کہا:

"مائی باپ میں تو اسے سری پائے بھون کر کھلاؤں گا۔ اگر کہے گا تو لتا منگیشکر کے گانے بھی سناؤں گا کبھی ناراض نہیں کروں گا۔"

ناگ نے سانپوں کو خاموش زبان میں حکم دیا کہ پٹاری میں چلے جائیں۔ چاروں سانپ خاموشی کے ساتھ رینگتے ہوئے پٹاری میں چلے گئے۔ ناگ نے پٹاری جھولے میں ڈالی۔ جھولا گلے میں ڈالا اور بین ہاتھ میں پکڑ کر بولا:

"اب تم جاؤ۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سپیرے نے کہا:

"مگر مہاراج! یہ سفید کروندیئے کا زہر تو نکال لیا ہے آپ نے؟"

"یہ تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔ اسے اٹھا کر تھیلے میں ڈال لو۔"

سپیرے نے سفید کروندیئے سانپ کو اٹھا کر اپنے تھیلے میں ڈال لیا اور پھر ناگ کی طرف دیکھ کر بولا:

"مہاراج! آپ اتنی کرنی دلالے ہیں۔ پھر آپ کو سپیرے کا بھیس بدلنے کی کیا ضرورت ہے؟"

ناگ نے کہا:

"اب تم چپکے سے یہاں سے چلے جاؤ اور خبردار پیچھے مڑ کر مت دیکھنا نہیں تو میں سفید کروندیئے کو حکم دوں گا کہ تمہیں ڈس کر ہلاک کر دے۔"

سپیرے نے ہاتھ اٹھا کر کہا:

"معاف کر دیں مہاراج! معاف کر دیں میں جا رہا ہوں۔ جا رہا ہوں مہاراج — ساری عمر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھوں گا۔"

سپیرا وہاں سے چلا گیا۔ ناگ جھولا بغل میں ڈال، بین ہاتھ میں لیے واپس توڑی والی کوٹھڑی میں آ گیا۔

لڑکوں نے جھولا اور بین دیکھی تو حیران سے ہوئے:

"اس جھولے میں کیا ہے؟"

"سانپ" ناگ نے کہا۔

تینوں لڑکے ڈر کر پرے ہٹ گئے۔

ناگ نے کہا:

"ڈرو نہیں۔ یہ سانپ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ میں ایک خاص ترکیب لڑا کر یہاں سے تمہیں نکال رہا ہوں۔ میں سپیرا بن جاؤں گا اور تم تینوں میرے سادھو چیلے بنو گے۔"

ایک لڑکے نے کہا:

"مگر ہم سب نے اور تم نے بھی پتلون قمیض پہن رکھی ہے۔ اس لباس میں تمہیں کون سپیرا اور ہمیں کون سادھو سمجھے گا؟"

ناگ بولا:

"اس کا بھی انتظام ہو جائے گا۔ تم اسی کوٹھڑی میں چھپے رہو۔ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں اس جھولے کو کونے میں پڑا رہنے دو۔ اسے ہاتھ نہ لگانا۔"

ناگ نے سانپوں کی زبان میں پٹاری میں رکھے چاروں سانپوں کو حکم دیا کہ جب تک وہ واپس نہ آئے پٹاری میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہی رہیں۔ ناگ ایک بار پھر کوٹھڑی سے باہر نکل گیا۔ سب صبح ہو چکی تھی اور گاؤں کے لوگ جاگ کر اپنے اپنے کام دھندوں میں لگ گئے تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ میں ایک ہی وقت میں اکٹھے چار آدمیوں کے پیروں کے کپڑے کہاں سے پیدا کروں گا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ پیروں کا تعلق سانپوں سے ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے پیروں کے لباس کے بارے میں کچھ سانپ اس کی مدد کر سکیں۔

ناگ کو معلوم تھا کہ بھارت میں سب سے بڑا سانپ کوبرا یعنی پھنیر سانپ ہوتا ہے۔ وہ کھیتوں میں ذرا فاصلے پر جا کر ایک کھال کے پاس جھاڑیوں میں بیٹھ گیا اور اس نے منتر پڑھ کر پھنیر کوبرا کو بلایا۔ کوبرا پھنکارتا ہوا، دوڑتا ہوا دھان کے کھیتوں سے نکل کر ناگ کی خدمت میں آن حاضر ہوا۔ ادب سے سلام کیا اور پوچھا کہ اسے کس خدمت کے لیے یاد کیا گیا ہے۔ ناگ نے کوبرا کو اپنا مدعا بیان کیا اور کہا کہ وہ کہیں سے پیروں کا جوگیا رنگ کے چار کرتے اور تہبند لا سکتا ہے؟

پھنیر کوبرا نے جواب دیا:

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر عظیم دیوتا! یہاں قریب ہی پیروں کا ڈھیرا ہے۔ میں ابھی وہاں جا کر

پیروں کے کپڑے لاتا ہوں۔"

ناگ کچھ دیر وہاں انتظار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد پھنیر کوبرا ایک گٹھڑی کو منہ میں دبائے آن حاضر ہوا۔ اس میں پیروں کے چار جوڑے تھے۔ ناگ نے شکریہ ادا کر کے پھنیر کوبرا کو رخصت کیا اور گٹھڑی بغل میں دبا کر چھپتا چھپاتا واپس ٹوڈی والی کوٹھڑی میں آ گیا۔ تینوں پاکستانی مفرور لڑکے اس کی راہ دیکھ رہے تھے۔ ناگ نے انہیں پیروں والے جوگیا رنگ کے کپڑے پہنائے خود بھی جوگیا لباس پہنا بغل میں سانپوں کا جھولا ڈالا۔ بین ہاتھ میں لی اور اپنے تینوں چیلوں کو ساتھ لے کر بین بجاتا ہوا کوٹھڑی سے باہر نکل آیا۔

اب یہ پیروں کی ایک ٹولی بن گئی تھی جس کا سردار ناگ بھی جو بین بجاتا آگے آگے چل رہا تھا۔ اسی گاؤں میں ناگ نے سانپوں کا تماشا دکھایا۔ گاؤں والوں نے انہیں دودھ اور روٹی دی۔ ناگ کو بھوک نہیں تھی۔ تینوں لڑکوں نے جی بھر کر دودھ پیا۔ روٹی کھائی اور ناگ انہیں لے کر پاکستانی سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب پیروں کی یہ ٹولی جی ٹی روڈ پر سے گذر رہی تھی۔

اٹاری کا آخری بھارتی سرحدی گاؤں پانچ چھ کوس دور رہ گیا تھا۔ ناگ نے بین ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اور لڑکوں کو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ساتھ لیے سپیرا بنا سڑک سے ذرا ہٹ کر درختوں کے نیچے سے ہو کر اٹاری گاؤں کی طرف چلا جا رہا تھا۔ تینوں لڑکے سپیرے بنے ہوئے تھے۔ پھر بھی دل میں انہیں ڈر تھا کہ کہیں پکڑے نہ جائیں۔

جب یہ ٹولی اٹاری گاؤں کے باہر پہنچی تو وہاں کچھ سکھ فوجی درختوں کے نیچے ایک ٹرک کے پاس کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک سکھ فوجی نے سپیروں کو دیکھا تو آواز دے کر بلا لیا۔

لڑکے گھبرا گئے۔

ناگ نے کہا:

"گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بالکل ٹھیک رہو اور یہی ظاہر کرو کہ تم سپیرے ہو۔"

ناگ نے سکھ فوجی کے پاس جا کر سلام کیا اور کہا:

"مہاراج کیا حکم ہے؟ اگر اجازت ہو تو پھنیئر ناگ کا تماشہ دکھاؤں۔"

سکھ فوجی بولا:

"ہاں۔ ذرا تماشہ دکھاؤ سانپوں کا۔"

ناگ نے پٹاری کھول دی۔ سانپ باہر نکل آئے۔ ناگ نے بین بجانی شروع کر دی۔ سانپوں نے پھن اٹھا لیے اور بین کی دھن پر رقص کرنے کی بجائے وہ ناگ کے آگے بار بار سر جھکانے لگے۔ ناگ نے انہیں اپنی زبان میں کہا:

"سر جھکانے کی ضرورت نہیں یہاں۔ تم ڈانس کرو اس وقت مجھے تمہارے ڈانس کی ضرورت ہے۔"

اور سانپوں نے یہ سن کر ڈانس کرنا شروع کر دیا۔ سکھ فوجی اور دوسرے دیہاتی سپیروں کے گرد جمع ہو گئے اور سانپوں کا تماشہ دیکھنے لگے۔ جب تماشہ ختم ہو گیا تو سکھ فوجی جو کہ حوالدار تھا پوچھا:

"تم تو بین بجا کر تماشہ دکھاتے ہو۔ یہ تین لڑکے کیا کرتے ہیں؟"

پاکستانی لڑکوں کا رنگ اڑ گیا۔

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"مہاراج! یہ تین میرے چیلے ہیں۔ یہ تینوں گونگے ہیں۔ بول نہیں سکتے۔ ابھی سانپ پکڑنا سیکھ رہے ہیں۔"

اتنے میں ٹرک کے اندر لگے ہوئے وائرلیس پر آواز گونجی۔ سکھ حوالدار ٹرک کی اگلی سیٹ پر جا کر وائرلیس سننے لگا:

"ہیلو! سردار گوربچن سنگھ حوالدار سر!"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دوسری طرف سے آواز آئی :

"امرتسر جیل سے چار پاکستانی جاسوس فرار ہو گئے ہیں ان کی جیپ کھائی میں گر کر تباہ ہو گئی تھی۔ خیال تھا کہ وہ جل کر مر گئے ہیں مگر پتہ کرنے پر ان میں سے کسی کی لاش نہیں ملی۔ سرحد پر گشت تیز کر دی جائے اور پاکستانی جاسوسوں کو سرحد پار نہ کرنے دی جائے۔"

سکھ حوالدار نے کہا :

"یس سر!"

اور وائرلیس بند کر دیا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ چار پاکستانی جاسوس جیل توڑ کر بھاگے ہیں اور یہ سپیرے بھی چار ہیں۔ وہ ٹرک سے نکل کر سپیروں کی ٹولی کے پاس آ کر اونچی آواز میں بولا :

"السلام علیکم!"

تینوں پاکستانی لڑکوں میں سے ایک کے منہ سے بے اختیار وعلیکم السلام نکل گیا۔

سکھ حوالدار نے پستول نکال کر اپنے ساتھیوں سے کہا :

"ان چاروں کو گرفتار کر لو۔ یہ پاکستانی جاسوس ہیں۔"

پاکستانی لڑکے غم سے نڈھال ہو کر زمین پر بیٹھ گئے۔

ناگ بھی پریشان ہو گیا۔ وہ خود وہاں سے ایک سیکنڈ میں فرار ہو سکتا تھا مگر پاکستانی بے گناہ لڑکوں کی وجہ سے مجبور تھا۔ سکھ فوجیوں نے چاروں کو پکڑ کر ٹرک میں ڈال دیا۔ ان کے ہاتھ رسّی سے باندھ دیئے اور ٹرک کو واپس امرتسر کی طرف موڑ دیا۔ تینوں لڑکوں کے چہروں پر مردنی چھا گئی تھی۔ انہیں اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ مگر ناگ پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا تھا۔ اس کا دماغ سکھ فوجیوں کو جُل دے کر ایک بار پھر فرار ہونے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا۔ ٹرک جی ٹی روڈ پر امرتسر جیل کی طرف جا رہا تھا۔ سکھ حوالدار نے وائرلیس پر امرتسر جیل کو خبر کر دی تھی کہ چاروں پاکستانی جاسوس گرفتار کر لیے گئے ہیں۔ سکھ فوجی بڑا خوش تھا۔ اسے ترقی ملنے کی امید تھی۔ اس نے بہت بڑا کام کیا تھا۔

ناگ نے سب سے پہلا کام تو یہ کیا کہ ٹرک کا غور سے جائزہ لینا شروع کر دیا۔ ٹرک پر ترپال پڑی تھی اور ڈھکا ہوا تھا۔ اس کے اردگرد تینوں لڑکے غم سے نڈھال بیٹھے تھے۔ سامنے سیٹوں پر دو سکھ فوجی پستولیں ہاتھوں میں لیے بیٹھے انہیں گھور رہے تھے۔ ٹرک دوڑا جا رہا تھا۔ وقت بہت کم تھا۔ ناگ جانتا تھا کہ ایک بار فوجی ٹرک امرتسر جیل کے احاطے میں داخل ہو گیا تو ان تینوں لڑکوں کو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دوبارا وہاں سے نکلنا خاصا مشکل کام ہو گا۔ اسے جو کچھ کرنا تھا اس وقت کرنا تھا۔ وقت گذرتا چلا جا رہا تھا ناگ کو یہ بھی معلوم تھا کہ اگر اس نے اپنی شکل تبدیل کی تو پاکستانی لڑکے ڈر جائیں گے لیکن اب ان کی زندگی اور موت کا سوال تھا۔ ناگ نے حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس نے زور سے ایک سانس لیا اور غائب ہو گیا۔ سکھ فوجی پہلے تو حیرانی سے بت بنے بیٹھے رہے کہ یہ کیا ہو گیا کہ ایک انسان دیکھتے دیکھتے غائب ہو گیا۔ پھر انہوں نے ناگ کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ تینوں پاکستانی لڑکے بھی ایک دوسرے کا حیرت سے منہ تک رہے تھے۔

ناگ پتلا سا زہریلا سانپ بن کر سکھ فوجیوں کی سیٹ کے پیچھے آ گیا تھا۔ سکھ فوجی ٹرک میں ادھر ادھر دیکھ رہے تھے کہ اچانک ایک فوجی نے گردن پر چبھن محسوس کر کے ہاتھ مارا اور ایک سانپ اس کے ہاتھ سے پھسل کر دوسرے کی گردن سے جا لپٹا۔ ناگ نے ان دونوں کو آواز نکالنے کا موقع نہ دیا۔ دونوں فوجی ٹرک میں گرے اور پھر نہ اٹھ سکے۔ انہیں ٹھکانے لگا کر ناگ رینگتا ہوا ٹرک کی اگلی سیٹ پر جا نکلا۔ اگلی سیٹ پر دو فوجی بیٹھے

تھے۔ سکھ حوالدار خود ٹرک چلا رہا تھا۔ اور اس کا ساتھی فوجی برابر والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔

ناگ نے ڈرائیور سکھ کو چھوڑ کر دوسرے سکھ فوجی کو ڈس دیا۔ وہ آگے گرا۔ اس کے ساتھی ڈرائیور نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور بریک لگا دی۔ ناگ اسی لمحے انسانی شکل میں آ گیا اور پستول سکھ ڈرائیور کی گردن پر رکھ کر کہا:

"گاڑی کو واپس موڑ کر اٹاری کی طرف چلو میرے حکم کے خلاف ذرا سی بھی حرکت کی تو تمہارا بھی حشر تمہارے ساتھیوں کا ہو گا۔ تمہارے دو ساتھیوں کی لاشیں پیچھے ٹرک میں پڑی ہیں۔"

سکھ ڈرائیور نے کوئی جواب نہ دیا۔ ٹرک کو پیچھے موڑا اور سڑک پر واپس جدھر سے آیا تھا ادھر کو روانہ ہو گیا۔ ناگ ٹرک کی پچھلی طرف کھڑا تھا اور چھوٹی کھڑکی میں سے پستول سکھ فوجی ڈرائیور کی گردن سے لگا رکھی تھی۔ ناگ نے اسے سپیڈ تیز کرنے کو کہا۔ ٹرک کی سپیڈ تیز ہو گئی۔ تینوں لڑکے حیرت اور تعجب سے ناگ کو تک رہے تھے کہ یہ کون ہے۔ دونوں سکھ فوجیوں کی لاشیں ان کے سامنے پڑی تھیں۔ انہوں نے ٹرک کا پچھلا پردہ بھی گرا دیا تھا۔ ٹرک سڑک پر تیزی سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بھاگا جا رہا تھا۔

سکھ فوجی نے گردن موڑے بغیر ناگ سے کہا:

"تم اپنی موت کی طرف مجھے لے جا رہے ہو۔ آگے ہماری زبردست چوکی آ رہی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہتھیار پھینک دو۔ میں تمہیں بچا لوں گا۔"

ناگ نے پستول کی نالی سکھ کی گردن میں چبھو کر کہا:

"زبان بند رکھو۔"

ٹرک اب اٹاری گاؤں کے درمیان والی سڑک سے گذرنے لگا۔ دونوں جانب دکانیں اور مکان تھے۔

ناگ نے سکھ سے کہا:

"یہاں اگر تم نے کوئی حرکت کی تو یاد رکھو لوگ مجھے بعد میں پکڑیں گے میرے پستول کی گولی پہلے تمہاری گردن کے پار ہو گی۔ اگر جان کی سلامتی چاہتے ہو تو خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤ۔"

سکھ نے کہا:

"تم یہاں سے فرار نہ ہو سکو گے۔ سرحد پر ہماری فوج کا پہرہ ہے۔"

ناگ نے کہا:

"بک بک بند کرو۔"

اٹاری گاؤں پیچھے رہ گیا۔ سرحد کا علاقہ شروع ہو گیا تھا۔ کھیتوں میں کہیں کہیں کسان ہل چلا رہے تھے۔ دور دور تک کوئی گاؤں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

ناگ نے سکھ ڈرائیور سے کہا:

"ٹرک کھڑا کرو۔"

سکھ ڈرائیور نے بریک لگا دی۔ ٹرک سڑک کی ایک جانب رک گیا۔ ناگ نے سکھ ڈرائیور کو نیچے اترنے کا حکم دیا۔ وہ نیچے اتر آیا۔ ناگ نے تینوں پاکستانی لڑکوں سے کہا کہ سکھ فوجی کے ہاتھ پاؤں اس کی پگڑی سے باندھو اور منہ میں کپڑا ٹھونس کر کھیت میں پھینک دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد ناگ نے پاکستانی لڑکوں کو ٹرک میں بٹھایا اور خود ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھ کر ٹرک کو سٹارٹ کر دیا۔

پاکستانی لڑکوں میں سے ایک لڑکا جس کا نام عمر دین تھا۔ سرحدی گاؤں کا رہنے والا تھا اور سرحد کے علاقے کو جانتا تھا۔ اس نے ناگ کی رہنمائی کی۔ ایک جگہ سے کچا راستہ آگے کو جاتا تھا۔ ناگ نے ٹرک اس راستے پر ڈال دیا۔ سامنے سے ایک جیپ آ رہی تھی۔ ناگ نے ٹرک ایک طرف کر کے اسے پاس کر دیا۔ مگر جیپ میں بیٹھے ہوئے سکھ ڈرائیور نے ایک سویلین یعنی شہریوں جیسے کپڑوں والے ڈرائیور کو فوجی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ٹرک میں دیکھا تو اسے کچھ شک ہوا اور جیپ واپس موڑ کر ٹرک کے پیچھے لگا دی۔ اس نے کئی بار ہارن دے کر اور وائرلیس پر چلا کر ناگ کو ٹرک روکنے کے لیے کہا مگر ناگ نے رفتار اور تیز کر دی۔ جیپ والے سکھ ڈرائیور نے فوج کو خبردار کر دیا۔ ناگ ٹرک لے کر کھیتوں میں گھس گیا۔ سامنے ایک چٹیل میدان تھا۔ عمر دین نامی پاکستانی لڑکے نے کہا:

"اس میدان کے پار پاکستان کی سرحد شروع ہو جاتی ہے"

ناگ پر ادھر اُدھر سے فائرنگ شروع ہو گئی۔

"ٹرک میں لیٹ جاؤ"۔

ناگ نے پاکستانی لڑکوں کو چلا کر کہا:

○

ماریالاہور میں۔ اے حمید سے ملاقات

برستی گولیوں میں ناگ ٹرک کو میدان سے نکال کر لے گیا۔ سامنے پاکستان کی سرحد تھی۔ جب وہ عمر دین لڑکے نے بتایا کہ ہم پاکستان کی سرحد میں داخل ہو چکے ہیں اور پیچھے سے فائرنگ بھی بند ہو گئی تو اب پاکستانی بارڈر فورس کے مجاہدوں نے ایک بھارتی فوجی ٹرک کو پاکستانی سرحد میں گھستے دیکھا تو جیپوں میں بیٹھ کر اسے گھیرے میں لے لیا اور ہتھیار ڈالنے کا حکم دیا۔ ناگ نے ٹرک روکا اور تینوں پاکستانی لڑکوں کو لے کر باہر نکل آیا۔ بارڈر فورس کے کیپٹن نے بڑے غور سے ٹرک کا جائزہ لیا۔ ٹرک کی اگلی سیٹ پر ایک سکھ فوجی اور پیچھے دو سکھ فوجیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ ناگ نے شروع سے لے کر آخر تک سارا قصہ بیان کر دیا۔ کیپٹن نے کہا:

"تم لوگوں کو ملٹری ہیڈ کوارٹر چلنا ہو گا"۔

ملٹری ہیڈ کوارٹر میں کافی دیر کی تحقیقات اور تفتیش اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پوچھ گچھ کے بعد ناگ اور تینوں پاکستانی لڑکوں کو چھوڑ دیا گیا۔ لڑکوں نے ناگ کا شکریہ ادا کیا اور اپنے گاؤں چلنے کی دعوت دی۔ وہ اسے کوئی جادوگر سمجھ رہے تھے جو جادو کے زور سے سانپ بن جاتا تھا۔

ناگ نے کہا:

"مجھے شہر ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ تم لوگ اپنے اپنے گاؤں جاؤ۔ خدا نے چاہا تو پھر کبھی ملیں گے۔"

ایک لڑکے نے ڈرتے ڈرتے پوچھا:

"تم نے یہ جادو کہاں سے سیکھا ہے؟"

"کون سا جادو؟" ناگ نے کہا:

"یہی سانپ بن جانے کا؟"

ناگ مسکرایا، کہنے لگا:

"افریقہ کے ایک جادوگر نے سکھایا تھا:

پاکستانی لڑکے عمر دین نے کہا:

"میں لاہور شہر کی ایک فیکٹری میں کام کرتا ہوں۔ میں تمہیں وہاں کہاں مل سکتا ہوں؟"

ناگ نے اس کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا:

"فکر نہ کرو۔ میں تمہیں خود مل لوں گا۔"

ناگ لاہور کی طرف جانے والی سڑک پر چل پڑا اور تینوں پاکستانی لڑکے اپنے اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔

ناگ کے پاس پاکستانی کرنسی کا ایک روپیہ بھی نہیں تھا۔ اس کے پچاس ہزار بھارتی روپے بمبئی میں شیلا ائیر ہوسٹس کے پاس پڑے تھے اور اٹھارہ انیس ہزار روپے بھارتی پولیس نے چھین لیے تھے۔ لاہور میں فروری کے مہینے کا آخیر تھا اور موسم خوش گوار تھا۔ یہ شہر ناگ نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ وہ پتلون قمیض پہنے ہوئے تھے۔ پاؤں میں بوٹ تھے جو اس نے واشنگٹن میں خریدے تھے۔ داہنے سے وہ لاہور کی طرف چلا جا رہا تھا۔ اب بسیں اور کاریں اس کے قریب گذر رہی تھیں۔

بزرگ القادری نے اسے بتایا تھا کہ شہر کے شمال میں ایک دریا بہتا ہے جس کا نام دریائے راوی ہے اس دریا کے پار کسی بھی جگہ اسے آدھی رات کو جب کہ آسمان پر پورا چاند چمک رہا ہو گا۔ اسے مسلمان بزرگ یاقوت یمانی کی زیارت ہو گی۔ اس نے ایک راہ گیر سے پوچھا کہ دریائے راوی کہاں ہے؟

اس نے کہا:

"وہ تو بہت دور ہے۔ یہاں سے بس پکڑ کر ریلوے سٹیشن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جاؤ۔ وہاں سے آٹھ نمبر بس تمہیں دریائے راوی کے
پل پر پہنچا دے گی۔"

ناگ کے پاس بس کا کرایہ بھی نہیں تھا۔ وہاں لوگ
جا رہے تھے اس لیے وہ اپنی شکل بھی تبدیل نہیں کر سکتا تھا
ریلوے سٹیشن جانے والی بس آ کر رکی۔ ناگ بغیر ٹکٹ کے
بس میں سوار ہو کر کنڈیکٹر کو یہ نہیں کہنا چاہتا تھا کہ میرے
پاس کرایہ نہیں مجھے ریلوے سٹیشن تک لے چلو۔ وہ خودار
تھا۔ اس نے سوچا کہ مجھے اگر شکل تبدیل کرتے کوئی دیکھ
بھی لے تو میرا کیا بگاڑ لے گا۔ اس نے گہرا سانس لیا اور غائب
ہو کر زرد رنگ کی چڑیا بن کر بس کی چھت پر بیٹھ گیا۔ ایک
آدمی ناگ کے بالکل پاس کھڑا تھا۔ اس نے جو اپنے ساتھ والے
آدمی کو ایک دم سے غائب ہوتے دیکھا تو اس کا منہ کھلے
کا کھلا رہ گیا۔ پھر اس نے زور سے سر کو جھٹکا۔ آنکھیں ہاتھوں
سے ملیں اور وہاں سے بھاگ گیا۔

بس ناگ کو لے کر ریلوے سٹیشن پر آ گئی۔ یہاں اس نے
ایک بس پر نمبر ۸ لکھا ہوا دیکھا تو اڑ کر اس کی چھت پر
آ گیا۔ یہ بس اسے دریا کے پل پر لے گئی۔ دریا کو دیکھ کر
ناگ خوش ہوا۔ اب اسے رات کا انتظار تھا کہ دیکھے پورے
چاند کی رات ہے یا نہیں۔ سارا دن وہ دریا کنارے انسانی

شکل میں آ کر سیر کرتا رہا۔ پھر جہانگیر کے مقبرے میں آ گیا جب
رات ہوئی تو اسے معلوم ہوا کہ ابھی پورے چاند کی رات نہیں
ہے اور چودھویں رات کے آنے میں ابھی دو دن باقی ہیں۔
چونکہ اس کے پاس پاکستانی روپے پیسے نہیں تھے اور اسے
بھوک بھی نہیں لگتی تھی۔ اس نے ناگ نے فیصلہ کیا کہ وہ
باقی دو دن مقبرہ جہانگیر میں ہی گذار دے گا۔

اب ہم ماریا کی طرف آتے ہیں۔ وہ بھی لاہور کی طرف
آ رہی تھی۔ اسے ہم نے ساہیوال سے لاہور کی طرف جاتی
ریل گاڑی میں چھوڑا تھا۔ صبح ہو رہی تھی کہ ماریا لاہور
پہنچ گئی۔ یہ جگہ اس نے ایک بار پہلے بھی دیکھی ہوئی تھی۔
اب کچھ تبدیلیاں ہو گئی تھی۔ ماریا کو عنبر اور ناگ کی تلاش
تھی۔

لاہور ریلوے سٹیشن پر زیادہ لوگ نہیں تھے جس ٹرین
پر بیٹھ کر ماریا آئی تھی اس کے مسافر جا چکے تھے۔ ماریا پلیٹ
فارم پر پھر کر ایک ایک چیز کو غور سے تکنے لگی۔ دیواروں
پر ہوٹلوں کتابوں اور صابن وغیرہ کے بورڈ لگے تھے۔ چائے
ناشتہ تیار ہو رہا تھا۔ مسافر ناشتہ کر رہے تھے۔ ماریا پھرتے
پھرتے کتابوں رسالوں کے کاؤنٹر پر آ گئی۔ اچانک اس کی
نظر بچوں کی کتابوں کے شیلف میں کتابوں کی ایک سیریز پر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پڑی جس پر "عنبر ناگ ماریا کی واپسی" لکھا تھا۔ یہ ان کے پانچ ہزار سال کے سفر کی واپسی کی داستان تھی۔ ماریا نے شیلف میں سے ایک کتاب اٹھا لی۔ باہر سرورق پر "سانپ کا انتقام" لکھا تھا اور نیچے عنبر ناگ ماریا کے پانچ ہزار سال کے سفر کی داستان بیان کرنے والے مصنف اے حمید کا نام لکھا تھا۔ ماریا ورق الٹ کر کتاب کا مطالعہ کرنے لگی۔ اس میں وہی واقعات درج تھے جو اس کے اور عنبر ناگ کے ساتھ پیش آئے تھے۔ کتاب کے آخر میں مصنف اے حمید کے گھر کا پتہ لکھا ہوا تھا۔ ماریا ریلوے سٹیشن سے باہر نکل آئی۔ وہ مصنف اے حمید کے گھر جا کر اس سے ملاقات کرنا چاہتی تھی۔

ایڈریس اس نے یاد کر لیا تھا۔ اتنے میں ایک بس آئی جس پر "سمن آباد" لکھا تھا۔ ماریا بس میں سوار ہو گئی۔ بس شہر کی مختلف سڑکوں کا چکر کاٹ کر سمن آباد میں داخل ہو گئی۔ ماریا گول چکر کے بس سٹاپ پر اتر پڑی اور مکانوں کے نمبر دیکھ دیکھ کر مصنف اے حمید کے مکان کا نمبر تلاش کرنے لگی۔ دو گھنٹے کی دربدری کے بعد آخر وہ سفید گیٹ والے ایک ایسے مکان کے سامنے آ کر رک گئی۔ جس کے باہر "اے حمید" کے نام کی تختی لگی تھی۔ ماریا نے گھنٹی بجائی۔ تھوڑی دیر بعد ایک لڑکے نے دروازہ کھول کر باہر دیکھا:

"کون صاحب؟"

جب اسے باہر گھنٹی بجانے والا کوئی انسان دکھائی نہ دیا تو کچھ تعجب کے ساتھ سر ہلا کر دروازہ بند کر کے واپس چلا گیا۔ ماریا نے یونہی گھنٹی کا بٹن دبا دیا تھا کیوں کہ بٹن کے اوپر لکھا تھا:

"گھنٹی بجائیے"

ماریا بند گیٹ میں سے گذر کر مکان کے صحن میں آ گئی۔ سرد اور دھریک کے درخت صبح کی ہوا میں لہرا رہے تھے۔ کیاریوں میں دیوار کے ساتھ ساتھ گلاب اور موتیے کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ سامنے ایک برآمدہ تھا اور پھر پہلو میں ایک کمرے کا دروازہ تھا جو بند تھا۔ ماریا برآمدے میں آئی اور پھر پہلو والے دروازے کے بند کمرے میں سے اندر آ گئی۔

کمرے میں قالین بچھا تھا۔ صوفے لگے تھے۔ دیواروں میں شیلف بنے تھے جو اردو انگریزی کی کتابوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ٹیبل پر پڑے گلدان میں گیندے اور گلاب کے پھول کھلے تھے۔ دیوار کے ساتھ رائیٹنگ ٹیبل لگی تھی جس پر کتابیں سجی تھیں۔ دیواروں پر تصویریں لگی تھیں۔ ایک شخص پلنگ کی پٹی سے ٹیک لگائے گھٹنے پر تختی رکھے، سگریٹ سلگائے کچھ لکھنے میں مصروف تھا۔ چائے کی پیالی اس کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پاس ہی تپائی پر رکھی تھی۔ الماری میں یہاں بھی عنبر ناگ ماریا کی واپسی" کی کتنی ہی کتابیں پڑی تھیں جو نیا مکتبہ افراد والوں نے شائع کی تھیں۔ ماریا سمجھ گئی کہ یہی وہ مصنف اے حمید ہے جو "عنبر ناگ ماریا کی واپسی" کی داستان سلسلہ وار لکھ رہا ہے۔ اس نے اے حمید کے قریب آ کر جھک کر دیکھا کہ وہ کیا لکھ رہا ہے۔ وہ بڑی خوش ہوئی۔ اے حمید عنبر ناگ ماریا کے سفر کا وہ حصہ لکھ رہا تھا جہاں خود ماریا لاہور ریلوے سٹیشن سے نکل کر سمن آباد کی طرف روانہ ہوتی ہے اور کچھ دیر بعد اس کے کمرے کی گھنٹی بجتی ہے مصنف اے حمید نے قلم ہاتھ سے رکھ دیا اور گہری سوچ میں پڑ گیا۔ شاید اسے یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ ماریا سمن آباد میں آ کر کہاں غائب ہو گئی ہے۔ کہاں چلی گئی ہے۔

پیارے بچو! یہاں میں واقعی پریشان تھا کہ کیا لکھوں؟ کیوں کہ میں نے سمن آباد کے بس سٹاپ پر اترتے تو ماریا کو دیکھا۔ اس کے بعد مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ ماریا کہاں چلی گئی۔ اتنے میں میرے کمرے کی گھنٹی بجی۔ میں نے لڑکے سے کہا کہ باہر جا کر دیکھے کہ کون آیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے واپس آ کر بتایا کہ باہر تو کوئی بھی نہیں ہے۔ میں نے یہ سمجھا کہ کسی نے غلطی سے دروازے کی

گھنٹی بجا دی ہو گی۔ میں نے دوبارا لکھنے کی کوشش کی تو میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ ماریا سمن آباد میں پہنچ کر کہاں گم ہو گئی ہے۔

پھر اچانک مجھے ایک ایسی خوشبو محسوس ہوئی جیسی کہ گرجا گھر میں عبادت کے وقت اگربتیوں کے سلگنے کی آیا کرتی ہے۔ اس قسم کی ہلکی ہلکی خوشبو مجھے عام طور پر اس وقت محسوس ہوا کرتی ہے جب میں عنبر ناگ اور ماریا کی کہانی (جو آپ پڑھ رہے ہیں) لکھتے وقت ماریا کے سفر کے حالات بیان کیا کرتا ہوں۔

پیارے بچو! میں آپ کو ایک بڑی دلچسپ بات بتاتا ہوں۔ جب سے میں نے عنبر ناگ ماریا کی واپسی کے پانچ ہزار سالہ سفر کی ایڈونچر اور سنسنی خیز واقعات سے بھری ہوئی پر اسرار داستان لکھنی شروع کی ہے میرے ساتھ عجیب و غریب قسم کے واقعات پیش آتے رہے ہیں۔ کبھی خواب میں عنبر آتا ہے اور مجھے بھی اپنے ساتھ پانچ ہزار سال کے سفر پر چلنے کی دعوت دیتا ہے کہ چلو تم بھی ہمارے ساتھ سفر کرو اور ہماری داستان نہ لکھو۔ کبھی میں ان کی کہانی لکھ رہا ہوتا ہوں تو عنبر اور ناگ میرے قریب سے ہو کر گذر جاتے ہیں۔ کبھی ناگ کو دیکھتا ہوں کہ گلے میں سانپوں کا ہار ڈالے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میری طرف بڑھ رہا ہے اور مسکرا رہا ہے۔ اس نے تو
ہیں تو میرے ساتھ ملاقات بھی کی اور میرے ساتھ کئی
گذارے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میں کسی گرجا گھر کے قریب سے
گذرتا ہوں تو مجھے ماریا کی خوشبو آتی ہے اور وہ میرے کان
میں کچھ سرگوشی کرتی ہے۔ اس کی زبان میرے لیے انوکھی
ہوتی ہے۔

چنانچہ اس وقت جب کہ میں اپنے سمن آباد والے مکان
میں بیٹھا عنبر ناگ ماریا کے سفر کی داستان لکھ رہا تھا تو اچانک
مجھے وہی گرجا گھر والی مقدس خوشبو محسوس ہوئی۔ پہلے تو میں
کوئی خیال نہ کیا لیکن پھر یہ خوشبو تیز ہو گئی اور مجھے کسی
آہستہ آہستہ سانس لینے کی آواز سنائی دی۔ میں سمجھ گیا کہ ما
میرے پاس کھڑی ہے۔ میں نے کاغذ قلم رکھ دیا۔ کمرے
سوائے میرے اور کوئی نہیں تھا۔

میں نے آہستہ سے کہا:

"ماریا — کیا یہ تم ہو؟"

ماریا نے کہا:

"ہاں۔ یہ میں ہوں۔ ماریا — جس کے سفر کی تم کہانی
قلم بند کر رہے ہو۔"

میں نے خالی صوفے کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"بیٹھ جاؤ ماریا۔ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

ماریا کی آواز آئی:

"تم عنبر اور ناگ کا پتہ بتا سکتے ہو؟ تم کو معلوم ہو گا
کہ وہ کہاں ہیں؟"

میں نے کہا:

"ناگ اس وقت لاہور میں ہے اور عنبر کو میں
نے ملک شام کی سرحد کے قریب چھوڑا تھا۔ مگر
ایک بات کو ذہن میں رکھنا کہ وہ دونوں میری
مرضی کے پابند نہیں ہیں۔ میں انہیں حکم نہیں دیتا کہ
تم فلاں جگہ جاؤ اور اب یہ کام کرو اور اب وہ کام
کرو بلکہ وہ خود اپنی مرضی سے انہیں جہاں جانا
ہوتا ہے جاتے ہیں اور میں لکھتا چلا جاتا ہوں۔ مثلاً
اب مجھے تمہارے بارے میں بالکل معلوم نہیں تھا کہ
تم لاہور میں آ کر میرے گھر کو تلاش کر رہی ہو۔ میں
نے تمہیں لاہور آتے ضرور دیکھا تھا۔"

ماریا کہنے لگی:

"یہ تو میں جانتی ہوں کہ تم اپنی مرضی کے مطابق ہمیں
سفر نہیں کرا رہے بلکہ جہاں ہم جاتے ہیں اور جو
کچھ ہم کرتے ہیں تم انہیں قلم بند کرتے جاتے ہو۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مگر کیا تم مجھے یہ بتا سکتے ہو کہ تم نے آخری بار جب ناگ کو چھوڑا تھا تو وہ لاہور میں کس مقام پر تھا؟"

میں نے کہا:

"میں نے اسے دریائے راوی کے پار مقبرہ جہانگیر میں چھوڑا تھا۔"

ماریا نے پوچھا:

"ناگ کا اس شہر میں آنے کا مقصد کیا ہے؟"

میں نے کہا:

"یہ میری کہانی کا راز ہے جو میں کسی صورت میں نہیں بتا سکتا۔ ہاں تم اگر چاہو تو ناگ سے مل کر اس بارے میں معلومات حاصل کر سکتی ہو۔"

ماریا بولی:

"یہ دریائے راوی اور مقبرہ جہانگیر کہاں ہے؟"

میں ابھی جواب دینے ہی والا تھا کہ اچانک میری بیوی اندر آ گئی۔ دروازہ چونکہ کھلا تھا اس لیے وہ اندر آ کر کچھ حیرانی سے میری طرف دیکھ کر بولی:

"یہ آپ کس سے باتیں کر رہے ہیں۔ مجھے تو یہاں کمرے میں اور کوئی انسان دکھائی نہیں دیتا۔"

میں نے کھسیانا سا ہو کر کہا:

دراصل تم تو جانتی ہو کہ کبھی کبھی عنبر ناگ ماریا کی کہانی لکھتے ہوئے میں اپنے آپ سے باتیں کرنے لگتا ہوں۔ کرداروں کے مکالمے خود دہرانا شروع کر دیتا ہوں۔ بس اس وقت بھی میں ایسا کر رہا تھا آؤ بیٹھو۔"

نہیں آپ کام کریں۔ میں جاتی ہوں۔ چائے بنا کر لاؤں آپ کے لیے؟"

شکریہ۔ ابھی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی۔ تھوڑی دیر میں پیوں گا۔"

میری بیوی چلی گئی۔ وہ دروازہ بند کرتی گئی۔

میں نے ماریا سے آہستہ سے کہا:

"میں نہیں چاہتا کہ ہماری ملاقاتوں کے راز کا کسی کو بھی علم ہو۔ اس لیے اب تم دریا کے پار جاؤ اور ناگ سے ملاقات کرو تاکہ میں کہانی کو آگے لکھ سکوں۔"

ماریا نے کہا:

"کیا تم میرے ساتھ چل کر مجھے راستہ نہیں بتاؤ گے؟ مجھے اس شہر کے رستوں کا علم نہیں ہے۔"

میں نے پہلے تو انکار کیا۔ لیکن ماریا نے جب یہ کہا کہ

۷۱ COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہم تمہارے دوست ہیں۔ تم ہماری کہانی لکھ رہے ہو۔ تم نے ہمیں ہزاروں سال کی گہری نیند سے بیدار کیا ہے۔ اب کیا تم میری اتنی سی بات بھی نہیں مانو گے؟ تو میں تیار ہو گیا۔ میں نے اسے کہا:

"ماریا! میں خود تمہیں نہیں دیکھ سکتا۔ صرف تمہاری خوشبو محسوس کر سکتا ہوں۔ اس لیے تم ایسا کرو کہ میرے مکان کے گیٹ پر جا کر کھڑی ہو جاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔ پھر میں تمہیں مقبرہ جہانگیر لے چلونگا۔"

ماریا نے کہا:

"شکریہ اے حمید! میں گیٹ پر تمہارا انتظار کرتی ہوں"

ماریا چلی گئی۔ میں اسے جاتے ہوئے نہ دیکھ سکا۔ جہاں وہ بیٹھی تھی وہاں صوفے پر ہاتھ ادھر اُدھر لے جا کر دیکھا۔ لیکن ماریا تو روح بن چکی تھی۔ اس کو تو ہاتھ چھو ہی نہیں سکتا تھا۔ میں نے یہ اطمینان کرنے کے لیے کہ وہ جا چکی ہے آہستہ سے کہا:

"چلی گئی ہو کیا؟"

پیچھے سے میری بیوی کی آواز آئی:

"کون چلی گئی ہے؟ یہ آپ کس کو رخصت کر رہے ہیں؟ کون آئی تھی یہاں؟"

یں نے گھبرا کر پیچھے دیکھا۔ میری بیوی پیچھے کھڑی سوالیہ
اوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اپنی گھبراہٹ پر قابو
پاتے ہوئے کہا:

"میں نے تمہیں کہا تھا نا کہ میں اپنے کرداروں کے مکالمے دہراتا رہتا ہوں۔ اس وقت ماریا عنبر سے ملنے آئی ہوئی تھی اور جب وہ چلی گئی تو عنبر اس سے پوچھ رہا تھا کہ چلی گئی ہو؟"

"آپ کی باتیں تو میری سمجھ میں خاک نہیں آتیں۔ مجھے تو ڈر ہے کہیں آپ پاگل نہ ہو جائیں۔"

میں نے ہنس کر کہا:

"ایسی کوئی بات نہیں ہے بیگم — فکر نہ کرو۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اچھا اب میں ذرا ریڈیو سٹیشن تک جا رہا ہوں۔ کوئی گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے تک واپس آ جاؤں گا۔"

میں نے کپڑے پہنے اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ گیٹ کے قریب پہنچ کر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ میری بیگم تو نہیں کھڑی۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں اکیلا ہوں تو کہا:

"ماریا! تم یہیں ہو ناں؟"

"ہاں — میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔" ماریا کی آواز آئی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"آؤ میرے ساتھ"

میں مکان کے گیٹ سے نکل کر سڑک پر درختوں کے قریب سے ہو کر پیچھے والے باغ میں آ گیا۔ ماریا کی خوشبو مجھے برابر آ رہی تھی جس سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ میرے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔ ہم باغ میں سے گذر رہے تھے۔

ماریا نے کہا:

"بڑا خوب صورت باغ ہے۔"

میں نے کہا:

"ہاں۔ مجھے یہ باغ پسند ہے۔"

ہم جب بوہڑ والے چوک میں پہنچے تو ایک رکشا بڑی تیز سپیڈ کے ساتھ گرد و غبار کے بادل اڑاتا میرے قریب سے ہو کر نکل گیا۔ مجھے ماریا کی کھانسی کی آواز آئی۔

پوچھنے لگی:

"یہ کیا چیز تھی؟"

میں نے کہا:

"یہ پاکستان کی ایک خاص شے ہے۔ انوکھا تحفہ ہے اسے رکشا کہتے ہیں۔ یہ سو میل کی سپیڈ سے سڑکوں اور لوگوں کے درمیان سے گذرتا ہے اور اس کا میٹر ایک سو دس میل کی رفتار سے چلتا ہے۔

سنا ہے۔ ایک پرائیویٹ خلائی کمپنی اسے خلا میں چھوڑنے کا پروگرام بنا رہی ہے۔ یہ خلا میں چاند کے گرد چکر لگائے گا اور پھر سواریاں لے کر چاند پر اتر جائے گا۔"

ماریا کہنے لگی:

"اس کی سپیڈ دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ چاند پر جا سکتا ہے۔"

میں نے کہا:

"ماریا! تم کھانسی کیوں تھیں۔ تم تو روح بن چکی ہو۔"

ماریا کہنے لگی:

"تمہارے شہر لاہور کی گرد نے مجھے کھانسنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وگرنہ مجھے پہلے کبھی کھانسی نہیں آئی۔ جتنی گرد تمہارے اس ایک خلائی رکشے نے اڑائی ہے اتنی گرد میں نے پانچ ہزار سال کے سفر میں نہیں دیکھی۔"

میں نے کہا:

"فکر نہ کرو۔ تمہیں اسی خلائی رکشے کی سیر کرنی ہوگی۔ کیوں کہ ہم اسی قسم کے ایک رکشے میں بیٹھ کر مقبرہ جہانگیر جائیں گے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اتنے میں ایک رکشا میرے قریب آ کر رُک گیا۔ میں رکشے میں بیٹھ گیا۔ میں نے اطمینان کرنے کے لیے پوچھا:

"ماریا! تم بھی بیٹھ گئی ہو ناں؟"

رکشا ڈرائیور نے چونک کر مجھے دیکھا۔ کیوں کہ اسے وہاں کوئی لیڈی سواری نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نے مسکرا کر کہا:

"یار گھبراؤ نہیں۔ یونہی میرے منہ سے نکل گیا تھا۔ چلو مقبرہ جہانگیر۔"

رکشا ڈرائیور نے میٹر اون کیا اور رکشا گرّر گرّر کا شور مچاتا چل پڑا۔ ماریا میرے ساتھ سیٹ پر بیٹھی تھی کیوں کہ مجھے اس کی خوشبو برابر آ رہی تھی۔ رکشا بڑی تیزی سے کاروں بسوں سکوٹروں اور ٹرکوں کو پیچھے چھوڑتا دریائے راوی کی طرف بھاگا چلا جا رہا تھا۔ رکشے کا میٹر بھی اسی رفتار سے زیادہ تیز چل رہا تھا۔ دیکھتے دیکھتے میٹر پر چار روپے بن گئے۔

میں نے ماریا کو سرگوشی میں کہا:

"دیکھو کرائے کا میٹر کتنا تیز چل رہا ہے۔"

ماریا نے سرگوشی میں میرے کان کے قریب منہ لا کر کہا:

"میں ابھی اسے ٹھیک کرتی ہوں۔"

خدا جانے ماریا نے کیا کیا کہ میں نے دیکھا کہ رکشے کے میٹر پر ابھی پانچ روپے بنے تھے کہ وہ الٹا چلنے لگا اور پانچ دو روپے بن گئے۔

میں نے ماریا سے کہا:

"بس اسے یہیں رہنے دو۔"

میٹر دو روپے پر رُک گیا۔ مقبرہ جہانگیر کے دروازے پر کر رکشا رک گیا۔ میں نے رکشا ڈرائیور سے باہر نکل کر پوچھا:

"کیوں بھائی کتنے پیسے بنے؟"

اس نے کہا:

"میٹر دیکھ لیں۔"

میں نے جب اسے دو روپے نکال کر دیئے تو اسے جیسے بھڑنے کاٹ کھایا ہو۔ سیٹ پر سے اچھل کر بولا:

"یہ آپ کیا دے رہے ہیں مجھے۔"

میں نے کہا:

"دیکھ لو میٹر پر تو یہ ہی کرایہ بنا ہے۔"

اس نے میٹر دیکھا، میٹر دو روپے دکھا رہا تھا کہنے لگا:

"یہ خراب ہو گیا ہے جناب۔ آپ پچاس روپے دے دیں۔"

میں نے کہا:

"بھئی میں تو وہ کرایہ دوں گا جو تمہارے میٹر نے بنایا ہے۔ پچاس روپے تو ہرگز نہیں دوں گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رکشا ڈرائیور کوئی غنڈہ تھا۔ اس نے چاقو نکال لیا اور بولا:
"اگر تم نے پچاس روپے ادا نہ کیے تو یہاں خون خرابہ
ہو جائے گا۔ نکالو جو کچھ تمہارے پاس ہے۔"
میں گھبرا گیا۔ وہاں اس وقت کوئی آدمی نہیں تھا۔ علاقہ
ویران تھا۔ میں نے جلدی سے کہا:
"اچھا بھائی بیس روپے ہی لے لو۔"
ماریا کی آواز آئی:
"نہیں۔ اسے کچھ نہیں دینا۔ اس نے غنڈہ گردی کی
ہے تمہیں دھمکی دی ہے۔ اسے کچھ نہ دینا۔"
ایک ایسی عورت کی آواز سن کر جو اسے دکھائی نہیں دے
رہی تھی رکشا ڈرائیور پریشان سا ہو گیا۔ اس نے چاروں طرف
دیکھا اور کہنے لگا:
"تم کوئی بہروپیے ہو۔ عورت کی آواز بھی نکال لیتے
ہو۔ میں ان باتوں سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔
نکالو میری رقم۔"
میں نے گھبرا کر کہا:
"ماریا! عنبر، ناگ کے لیے تو تم بہت کچھ کیا کرتی
ہو خدا کے لیے میرے لیے بھی کچھ کر دو۔"
رکشا ڈرائیور چاقو لیے میری طرف بڑھا:

"گیدڑ بھبکیوں سے کچھ نہیں بنے گا باؤ جی!"
وہ میرے پیٹ میں چاقو گھونپنے ہی والا تھا کہ اچانک
رکشا اُلٹ گیا۔ اس نے گھبرا کر پیچھے دیکھا کہ اس کا
رکشا کس نے اُلٹ دیا ہے۔ پھر اچانک ایک زور دار طمانچے
کی آواز آئی اور رکشا ڈرائیور نے چاقو پھینک کر اپنا گال پکڑ
لیا۔ پھر دوسرے طمانچے کی آواز آئی۔ ماریا رکشا ڈرائیور کو
طمانچے مار رہی تھی۔
رکشا ڈرائیور چلا رہا تھا:
"مجھے معاف کر دو جن بابا۔ مجھے معاف کر دو جن
بابا! میں اب کبھی سواریوں کو تنگ نہیں کروں گا۔"
میں نے کہا:
"ماریا اسے معاف کر دو۔"
طمانچوں کی آواز بند ہو گئی۔ پھر رکشا اپنے آپ سیدھا
ہو گیا۔
ماریا کی آواز آئی:
"بھاگ جاؤ یہاں سے۔ اب اگر پھر تم نے کسی سواری
سے زیادہ کرایہ مانگا تو میں وہیں پہنچ کر تمہیں کچا چبا
جاؤں گی۔"
"ہرگز نہیں جن بابا جی! ہرگز کرایہ زیادہ نہیں لوں گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور رکشا ڈرائیور رکشا لے کر وہاں سے بھاگ گیا۔

"تم نے اچھی سزا دی اسے" میں نے کہا:

ماریا بولی:

"اس نے چاقو نکال لیا تھا۔ میں اگر دخل نہ دیتی تو وہ تمہیں ہلاک کر ڈالتا۔ پھر ہماری کہانی کون لکھتا۔ میں جانتی ہوں بچے ہمارے سفر کی پُر اسرار داستان کو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔"

میں نے کہا:

"بلکہ بڑے بھی اسے بڑے شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔"

ماریا نے کہا:

"اب ناگ کو تلاش کرنا چاہیے۔ تمہارے نادل کے حساب سے ناگ اس وقت کہاں ہو گا"؟

میں نے کہا:

"آخر بار میں نے ناگ کو اسی مقبرے میں چھوڑا تھا اور اس نے دل میں ارادہ کیا تھا کہ وہ دو ایک روز اسی جگہ ٹھہرے گا۔ کیونکہ اسے پورے چاند کی رات کا انتظار ہے۔"

"وہ کس لیے؟" ماریا نے پوچھا۔

میں نے کہا:

"یہ میری کہانی کا راز ہے۔ یہ تمہارے پُر اسرار سفر کا بھی راز ہے۔ میں اسے نہیں بتا سکتا۔ کیوں کہ اگر بتا دیا تو تمہارے سفر کے سارے واقعات میں گڑبڑ ہو جائے گی۔ خلل پڑ جائے گا۔ آؤ ناگ کو مقبرے میں تلاش کرتے ہیں۔"

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گرجا گھر کے تابوت کی نورانی لڑکی

ناگ کو ہم نے ہر جگہ تلاش کیا۔
سارا مقبرہ اور مقبرے کا باغ چھان مارا۔ ناگ کہیں نظر نہ آیا۔ ماریا نا اُمید سی ہو گئی۔ میں تھک گیا تھا۔ ماریا نہیں تھکی تھی۔ میں ایک جگہ درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔
ماریا نے کہا:
"تم ہمارے سفر کی داستان لکھ رہے ہو اور تمہیں اتنا بھی نہیں پتہ کہ ناگ کہاں ہے؟"
میں نے کہا:
"میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھتا اور مجھے آنے والے واقعات کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ میں تو وہی کچھ لکھتا ہوں تم جو کچھ کرتے ہو۔ تم آگے کیا کرو گے؟ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ ناگ کہاں ہے، لیکن جونہی اس نے کسی بات کا فیصلہ کیا اور میری کہانی اور اپنے سفر کے پلاٹ کو آگے

چلایا مجھے ایک دم سے خبر ہو جائے گی اور میں اسے لکھنا شروع کر دوں گا۔"
ماریا کہنے لگی:
"میں اب واپس شہر جا کر ناگ کو تلاش کروں گی۔"
میں نے کہا:
"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں شہر چھوڑ کر اپنے گھر چلا جاؤں گا اور تمہارے سفر کے واقعات کے آگے بڑھنے کا انتظار کروں گا۔ یقین کرو ماریا! جس وقت تم مجھ سے جدا ہو جاؤ گی اس وقت تم جو کچھ بھی کرو گی جہاں بھی ناگ کی تلاش میں جاؤ گی مجھے خبر ہو جائے گی اور میں لکھنا شروع کر دوں گا۔"
ماریا بولی:
"تو پھر چلو۔ مجھے شہر چھوڑ دو اور تم اپنے گھر جا کر ہماری کہانی لکھو۔"
واپسی پر ہم ایک بس میں سوار ہو کر راوی روڈ پر اُتر گئے۔ یہاں ایک سکول کے اندر سکول کی لڑکیوں کا امتحان ہو رہا تھا۔ دو چار لڑکیاں درخت کی چھاؤں میں کھڑی اپنی ایک سہیلی کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں۔ اس کی وہ سہیلی بھی پاس ہی کھڑی تھی۔ وہ بے چاری بیمار رہی تھی اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

امتحان کی تیاری نہ کر سکی تھی۔ اس کا نام کِشور تھا۔ اس کی
سہیلیاں اسے تسلّی دے رہی تھیں کہ فکر نہ کرو۔ خدا تمہاری
مدد کرے گا۔ کیا خبر پرچہ آسان ہو۔ میں اور ماریا ان کے
قریب ہی کھڑے دوسری بس کا انتظار کر رہے تھے۔ لڑکی
کِشور کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس نے رومال سے آنسو
پونچھ کر کہا:

"اگر میں نے اس پرچے میں پورے نمبر نہ لیے
تو فیل ہو جاؤں گی۔ پھر میرے ابّا جان مجھے آگے
نہیں پڑھائیں گے اور میں آگے کالج میں داخل
ہونا چاہتی ہوں۔ میرے سارے پرچے اچھے
ہوئے ہیں۔ بیمار نہ پڑتی تو اس پرچے کے لیے
بھی تیاری کرتی۔ اب اگر اس میں فیل ہو گئی تو
پھر فیل ہو جاؤں گی اور دسویں جماعت پاس
نہ کر سکوں گی۔"

ماریا نے میرے کان میں کہا:

"میں اس لڑکی کی مدد کرنا چاہتی ہوں۔ کیسے مدد
کروں؟ مجھے نہیں پتہ کہ پرچہ کیا ہوتا ہے۔"

میں بڑا خوش ہوا۔ میں خود ماریا سے کہنے والا تھا کہ
اس لڑکی کی مدد کرو۔ جو بیماری کی وجہ سے بے چاری
امتحان کی تیاری نہیں کر سکی اور جس کے سارے پرچے
ئے اس پرچے کے اچھے ہوئے ہیں۔

ں نے کہا:

ماریا! تم اسی جگہ کھڑی ہو۔ اس سلسلے میں میں تمہیں
جو کچھ کہوں وہی کرنا۔ اس لڑکی کو امتحان کے کمرے
میں جا لینے دو۔"

میں نے لڑکیوں کی باتوں سے پتہ کر لیا تھا کہ پرچہ سائنس
کا ہے۔ لڑکیاں امتحان روم میں چلی گئیں۔ امتحان والے کمرے
کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ اسکول کے باہر پہرہ لگا دیا
گیا۔ میں نے ماریا سے کہا:

"اب تم ایسا کرو کہ امتحان والے کمرے میں جاؤ۔
وہاں لڑکیاں ڈسکوں کے پیچھے امتحان دینے کے
لیے بیٹھی ہوں گی۔ یہ لڑکی کِشور بھی وہاں پر بیٹھی
ہو گی۔ ایک عورت سب لڑکیوں میں سوالوں کے
پرچے بانٹ رہی ہو گی۔ تم ایک پرچہ اڑا کر میرے
پاس لے آؤ۔"

ماریا کی خوشبو آنی بند ہو گئی۔ وہ چلی گئی تھی۔ میں درخت
کی چھاؤں میں وہیں بس سٹاپ کے پاس ایک طرف ہو کر بنچ
پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ مجھے ماریا کی خوشبو آئی:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

امتحان کی تیاری نہ کر سکی تھی۔ اس کا نام کِشور تھا۔ اس کی سہیلیاں اسے تسلّی دے رہی تھیں کہ فکر نہ کرو۔ خدا تمہاری مدد کرے گا۔ کیا خبر پرچہ آسان ہو۔ میں اور ماریا ان کے قریب ہی کھڑے دوسری بس کا انتظار کر رہے تھے۔ لڑکی کِشور کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس نے رومال سے آنسو پونچھ کر کہا:

"اگر میں نے اس پرچے میں پورے نمبر نہ لیے تو فیل ہو جاؤں گی۔ پھر میرے ابّا جان مجھے آگے نہیں پڑھائیں گے اور میں آگے کالج میں داخل ہونا چاہتی ہوں۔ میرے سارے پرچے اچھے ہوئے ہیں۔ بیمار نہ پڑتی تو اس پرچے کے لیے بھی تیاری کرتی۔ اب اگر اس میں فیل ہو گئی تو پھر فیل ہو جاؤں گی اور دسویں جماعت پاس نہ کر سکوں گی۔"

ماریا نے میرے کان میں کہا:

"میں اس لڑکی کی مدد کرنا چاہتی ہوں۔ کیسے مدد کروں؟ مجھے نہیں پتہ کہ پرچہ کیا ہوتا ہے۔"

میں بڑا خوش ہوا۔ میں خود ماریا سے کہنے والا تھا کہ اس لڑکی کی مدد کرو۔ جو بیماری کی وجہ سے بے چاری

امتحان کی تیاری نہیں کر سکی اور جس کے سارے پرچے
ئے اس پرچے کے اچھے ہوئے ہیں۔

ں نے کہا:

ماریا! تم اسی جگہ کھڑی ہو۔ اس سلسلے میں میں تمہیں
جو کچھ کہوں وہی کرنا۔ اس لڑکی کو امتحان کے کمرے
میں جا لینے دو۔"

میں نے لڑکیوں کی باتوں سے پتہ کر لیا تھا کہ پرچہ سائنس
کا ہے۔ لڑکیاں امتحان روم میں چلی گئیں۔ امتحان والے کمرے
کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ اسکول کے باہر پہرہ لگا دیا
گیا۔ میں نے ماریا سے کہا:

"اب تم ایسا کرو کہ امتحان والے کمرے میں جاؤ۔
وہاں لڑکیاں ڈسکوں کے پیچھے امتحان دینے کے
لیے بیٹھی ہوں گی۔ یہ لڑکی کِشور بھی وہاں پر بیٹھی
ہو گی۔ ایک عورت سب لڑکیوں میں سوالوں کے
پرچے بانٹ رہی ہو گی۔ تم ایک پرچہ اڑا کر میرے
پاس لے آؤ۔"

ماریا کی خوشبو آنی بند ہو گئی۔ وہ چلی گئی تھی۔ میں درخت
کی چھاؤں میں وہیں بس سٹاپ کے پاس ایک طرف ہو کر بنچ
پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ مجھے ماریا کی خوشبو آئی:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ماریا" میں نے آہستہ سے آواز آئی:

"میں پرچہ لے آئی ہوں۔"

پرچہ ماریا کے ہاتھ میں تھا جو مجھے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جونہی اس نے پرچہ میرے ہاتھ میں دیا وہ مجھے دکھائی دینے لگا۔ میں ماریا کو لے کر اسی ملاقات میں اپنے ایک دوست کے گھر آ گیا۔ میرا دوست سائنس کا پروفیسر تھا۔ میں نے اس سے پرچہ حل کروایا اور سکول کے قریب آ کر ماریا سے کہا:

"اب یہ تمہارا کام ہے کہ اس پرچے کو لڑکی کشور کی ڈیسک پر اس طرح سے رکھو کہ نہ تو نگرانی کرنے والی استانیوں کو اس کی خبر ہو اور نہ طالبہ لڑکی کشور ہی خوف زدہ ہو جائے۔"

ماریا نے کہا:

"میں سب ٹھیک کر لوں گا۔"

ماریا نے بعد میں جو مجھے واقعات سنائے وہ یہ تھے۔

ماریا حل شدہ سائنس کا پرچہ لے کر امتحان روم میں داخل ہو گئی۔ لڑکیاں اپنا اپنا پرچہ حل کرنے میں مصروف تھیں۔ کشور بے چاری پرچے کو سامنے رکھے پریشان بیٹھی تھی۔ اسے صرف ایک دو سوال آتے تھے وہ اس نے حل کر لیے تھے۔ باقی پرچہ بڑا مشکل تھا اور اس کے لیے کشور نے

ی کی وجہ سے کوئی تیاری نہیں کی تھی سائنس کا پ
کسی بڑی سنگ دل پروفیسر نے بنایا تھا۔ بڑا مشکل پرچہ
اور کتابوں سے باہر کے سوال آتے تھے۔ دوسری لڑکیاں
انی پریشان تھیں۔ ایک استانی نے جب کشور کو دیکھا کہ
حل نہیں کر رہی تو اس نے کہا:

"تم سوال حل کیوں نہیں کرتیں؟ پہلے پڑھائی کرنی
تھی ادھر اُدھر سیریں نہیں کرنی تھیں۔"

کشور بے چاری نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس دل مسوس کر
گئی۔ ماریا قریب ہی کھڑی یہ بات سن رہی تھی۔ حل کیا
سائنس کا پرچہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اب وہ یہ سوچ
رہی تھی کہ کشور کو پرچہ کیسے دے۔ اگر وہ پرچہ اس کی ڈیسک
رکھتی ہے تو وہ ظاہر ہو جائے گا۔ اور نگرانی کرنے والی
ت دل استانی کو پتہ چل جائے گا اور کشور کو امتحان سے
ل دیا جائے گا۔ آخر اسے ایک ترکیب سوجھی۔

ماریا نے کشور کے ان سوالوں کو دیکھا جو وہ حل کر چکی
ا۔ یہ صرف دو سوال تھے اور سارے پرچے میں تیرہ سوال
ے۔ ماریا کچھ دیر کشور کے ہینڈ رائیٹنگ کو غور سے دیکھتی رہی
ل نے دو تین بار کشور کی لکھائی پر اپنی انگلیاں پھیریں۔
ب نگرانی کرنے والی استانی کشور کے ڈیسک سے آگے نکل

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گئی تو ماریا نے جلدی سے قلم کشور کے ہاتھ سے لے
اس کی کاغذوں کی کاپی پر جادو کی تیزی کے ساتھ دو سوال
نقل کر دیئے۔ کشور کے ہاتھ سے قلم کھسک کر ایک دم
غائب ہو گیا تھا۔ ساتھ ہی ڈسک پر سے اس کی حل سوالات
کی کاپی بھی غائب ہو گئی تھی۔ وہ گھبرا کر اپنا قلم اور کاپی
ڈسک کے نیچے تلاش کرنے لگی۔ جونہی اس نے ڈسک کے
نیچے سے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔ ڈسک پر اس کا قلم بھی پڑا تھا
اور کاپی پر دو سوال بھی حل کیے ہوئے تھے۔ کشور خوش بھی
ہوئی اور اسے خوف آیا کہ یہ سوال کس نے حل کر دیئے ہیں
اتنے میں نگرانی کرنے والی استانی آگے سے مڑ کر اس کی
طرف آہستہ آہستہ آنے لگی۔ کشور قلم لے کر یونہی کچھ لکھنے میں
مصروف ہو گئی۔ استانی نے قریب آ کر اس کی حل سوالات
کی کاپی پر دو سوال حل کیے ہوئے دیکھے تو حیران ہو کر بولی:

"اتنی جلدی تم نے دو سوال کر بھی لیے؟"

کشور نے ماتھے پر آیا ہوا پسینہ پونچھ کر کہا:

"اب یاد آ گئے تھے میں نے ایک دم سے کر لیے"

نگران استانی اسے شک کی نظروں سے دیکھتے ہوئے آگے
نکل گئی۔ کشور غور سے حل کیے ہوئے سوالوں کو دیکھ رہی تھی
بالکل اسی کا ہینڈ رائیٹنگ تھا۔ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ صبح نماز پڑھ کر خدا سے
بڑی دعا مانگ کر آئی تھی۔ اس کے دل نے کہا۔ کشور خدا
تمہاری مدد کر رہا ہے اور کوئی غیبی طاقت تمہارے سوال
حل کر رہی ہے۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ کشور کا قلم اور
حل سوالات کی کاپی ایک بار پھر غائب ہو گئی۔ ماریا نے
دو اور سوال حل کر دیئے تھے۔ ماریا تھوڑی دیر بعد
سوال حل کر رہی تھی تاکہ نگرانی کرنے والی استانی کو شک
نہ پڑ جائے کہ کشور نقل کر رہی ہے۔ اس دوران میں ماریا
دوسری لڑکیوں کو بھی سوالوں کے جواب لکھ کر دے رہی تھی۔
سارے کمرے میں لڑکیاں ایک دوسری کو حیرانی سے دیکھ رہی
تھیں کیوں کہ کوئی غیبی طاقت ان کے سوالوں کو ان ہی کے
ہینڈ رائیٹنگ میں حل کر رہی تھی۔ امتحان کا جتنا وقت تھا
ماریا نے اتنے ہی وقت میں تھوڑا تھوڑا کر کے کشور کے سارے
سوال حل کر دیئے۔ وقت ختم ہو گیا۔ کشور نے بھی دوسری
لڑکیوں کے ساتھ اپنا پرچہ بڑی استانی کو جا کر دے دیا اور
ہال کمرے سے باہر آ گئی۔ خوشی سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا
تھا۔ وہ بار بار دل میں خدا کا شکر ادا کر رہی تھی جس نے
اس کی مدد فرمائی تھی۔ دوسری لڑکیاں بھی خوش تھیں۔ مگر
کوئی لڑکی کسی دوسری لڑکی کو یہ نہیں بتا رہی تھی کہ ایک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

غیبی طاقت بعض مشکل سوالوں کے جواب لکھتی رہی تھی۔
سب لڑکیوں کے ساتھ ایک سا واقعہ ہوا تھا مگر سب
لڑکیاں اس واقعے کو ایک دوسری سے چھپا رہی تھیں۔ کشور
کا بڑا بھائی سکوٹر لے کر باہر کھڑا تھا۔ وہ اسے لینے آیا ہوا
تھا۔ اس نے کشور کو دیکھتے ہی پوچھا:

"کیسا ہوا پرچہ کشور؟"

اس کے بھائی کو یقین تھا کہ پرچہ خراب ہوا ہوگا کیونکہ
بیماری کی وجہ سے اس کی بہن پوری تیاری نہیں کر سکی تھی۔
لیکن جب کشور نے اسے بتایا کہ اس نے تیرہ کے تیرہ
سوال کیے ہیں اور سارے ٹھیک ہیں تو اس کے بھائی کی
حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔

اس نے پوچھا:

"کیا تم کتاب لے کر اندر گئی تھی؟"

کشور نے مسکراتے ہوئے کہا:

"بالکل نہیں۔"

"پھر تم نے تیرہ سوال کس طرح کر لیے؟"

"اللہ میاں نے کرا دیئے۔"

کشور نے خوش ہو کر جواب دیا۔

اور وہ اپنے بھائی کے سکوٹر پر بیٹھ کر خوشی خوشی اپنے

گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔

میں ماریا کا بڑی شدت سے انتظار کر رہا تھا۔ کیوں کہ
اسے امتحان والے ہال کمرے میں گئے دو اڑھائی گھنٹے گذر
چکے تھے۔ میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد ماریا کی خوشبو سونگھنے
کے لیے زور سے سانس لیتا تھا۔ میرے آس پاس دوسرے
مسافر بھی بیٹھے تھے۔ ایک مسافر نے جب چھٹی بار مجھے زور
سے سانس لیتے ہوئے دیکھا تو بولا:

"کیوں جناب نصیب دشمناں آپ کو سانس کی تکلیف
تو نہیں ہے؟ میرے والد صاحب کو بھی یہی تکلیف
تھی۔ میں نے ہمالیہ کی پہاڑیوں میں رہنے والے ایک
جوگی سے دوا لا کر انہیں کھلائی تو بالکل تندرست
ہو گئے۔ وہ دوائی میرے گھر پڑی ہے۔ اگر آپ لینا
چاہیں تو میرے ساتھ چل کر لے سکتے ہیں۔ انشاءاللہ
پہلی خوراک کھانے سے ہی سانس کی تکلیف جاتی
رہے گی۔"

میں اس شریف آدمی کو اب کیا جواب دیتا۔ بس
اس کی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے میں وہاں سے اُٹھ
کر بس سٹاپ کے پیچھے آ گیا۔ میں باغ کی گھاس پر ٹہلنے
لگا۔ اتنے میں ہوا کے ایک جھونکے کے ساتھ ماریا کی خوشبو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آئی۔ میں نے کہا:

"ماریا!"

ایک عورت اتفاق سے میرے قریب سے گذر رہی تھی۔ اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا اور غصے میں بولی:

"کیوں دے! تمہارے گھر تمہاری ماں بہن نہیں ہے جو مجھے آوازیں دے رہے ہو؟"

ماریا ہنس رہی تھی۔ کیوں کہ مجھے اس کی ہنسی کی آواز آئی تھی۔ میں نے بڑی مشکل سے عورت کو ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگی اور بتایا کہ میں نے اسے آواز نہیں دی تھی۔

اس عورت نے کہا:

"پھر اپنی چاچی کو آواز دی تھی تم نے؟ یہاں میرے سوا اور کون ہے؟"

خدا خدا کر کے جب اس عورت سے پیچھا چھوٹا تو میں نے ماریا سے کہا:

"تم نے بڑی دیر کر دی۔"

اس کے بعد ماریا نے مجھے پوری بات کھول کر سنائی جو میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ کشور اب امتحان میں فیل نہیں ہو گی۔ اس کے ماں باپ اب اسے

سکول سے نہیں اٹھائیں گے اور وہ کالج میں داخل ہو کر اپنی پڑھائی جاری رکھ سکے گی۔ میں اور ماریا سرکلر روڈ لاہور کے باغ میں سے گذر رہے تھے۔

ماریا کہہ رہی تھی:

"مجھے ناگ کی دور دور تک خوشبو نہیں آ رہی وہ اس شہر میں نہیں ہے۔"

میں نے کہا:

"میں تمہیں اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ناگ لاہور میں ہی ہے۔ کہاں ہے؟ یہ میں نہیں جانتا۔"

میں ماریا کے ساتھ دھیمی آواز میں باتیں کر رہا تھا تاکہ اگر کوئی میرے قریب سے گذرے تو یہ نہ سمجھے کہ میں پاگلوں کی طرح اپنے آپ سے باتیں کر رہا ہوں۔ اسی طرح چلتے چلتے ہم لوہاری دروازے مسلم مسجد کے نیچے پہنچ گئے۔ سامنے انارکلی بازار تھا۔ اس میں بڑی رونق تھی۔ میں نے ماریا کو بتایا کہ یہ انارکلی بازار ہے جو کہ لاہور شہر کا سب سے بارونق اور مشہور بازار ہے۔ ہم ایک جگہ کھڑے باتیں کر رہے تھے کہ اچانک میرا ایک دوست آ گیا جس نے مجھے بتایا کہ ہمارا ایک دوست بہت بیمار ہے اور ہسپتال میں ہے۔ وہاں میرا جانا ضروری تھا۔ میں نے اسے کہا کہ تم چلو۔ میں آ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہا ہوں۔ اس کے جانے کے بعد میں نے ماریا سے کہا:

"ماریا! میں اب ہسپتال اپنے دوست کی خبر لینے جاؤں گا۔ کیا تم پھر مجھ سے ملنے آؤ گی؟"

ماریا کہنے لگی:

"میں شہر میں ناگ کو تلاش کروں گی اگر اس سے میری ملاقات ہو گئی تو اسے لے کر تمہارے پاس تمہارے سمن آباد والے گھر ضرور آؤں گی۔"

ماریا کے اتنا کہنے کے بعد ماریا کی خوشبو آہستہ آہستہ مجھ سے دور ہوتی گئی اور پھر بالکل ختم ہو گئی۔ میں نے آہستہ سے کہا "ماریا" مگر مجھے کوئی جواب نہ ملا۔ ماریا جا چکی تھی۔ میں ہسپتال کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ ماریا وہاں سے کہاں گئی۔

وہ مجھ سے رخصت ہو کر انارکلی بازار میں داخل ہو گئی۔ دکانوں میں عورتیں اور مرد خریداری کر رہے تھے۔ لوگوں کا بڑا ہجوم تھا۔ ماریا نے اتنا ہجوم آج سے پانچ ہزار برس پہلے شہر بابل کے بازار میں دیکھا تھا۔ جب کہ وہ شہر بے حد آباد تھا اور ابھی حملہ آوروں نے اس کی اینٹ سے اینٹ نہیں بجائی تھی۔ ماریا نے ایک کھلونوں کی دکان دیکھی جس کے باہر کاریں کھڑی تھیں اور امیر عورتیں اپنے بچوں کے لیے قیمتی کھلونے

خرید رہی تھیں۔ یہاں ایک غریب عورت کا بچہ کھلونا لینے کے لیے ضد کر رہا تھا۔ غریب عورت نے دکان دار سے اس کھلونے کی قیمت پوچھی۔ دکاندار نے نفرت سے غریب کو دیکھا اور کہا:

"چل مائی اپنا راستہ لے۔ یہ کھلونا تم نہیں خرید سکتیں۔ یہ امیر بچوں کے ماں باپ ہی خرید سکتے ہیں۔"

غریب عورت کا بچہ کھلونا لینے کے لیے بہت ضد کر رہا تھا۔ عورت نے کہا:

"بھائی مجھے رعایت کر دو۔ میرے بیٹے کو یہ کھلونا بہت پسند ہے۔"

دکان دار نے جھڑک کر کہا:

"مائی کہہ جو دیا تم اسے نہیں خرید سکتیں۔ اس کی قیمت دو سو روپے ہے تو خرید لو نہیں تو آگے سے ہٹو دوسرے گاہکوں کا راستہ نہ روکو۔"

اتنے میں ایک امیر عورت کار کا دروازہ کھول کر اپنے بیٹے کے ساتھ باہر نکلی۔

دکاندار نے خوشامد کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہا:

"آئیں بہن جی — کیا پئیں گی۔ چائے یا کوکا کولا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ساتھ ہی غریب عورت کو جھڑکتے ہوئے کہا:

"مائی آگے سے راستہ چھوڑ دے۔ جا اپنا کام کر۔"

غریب عورت بے چاری پرے ہٹ گئی تاکہ موٹی تازی بھینس اتنی موٹی امیر عورت آگے جا سکے۔ غریب عورت کا بچہ رو رہا تھا۔ اسے کھلونا بہت پسند تھا۔ یہ ایک دو منزلہ بس تھی جس کے ساتھ وہ کھیلنا چاہتا تھا۔ غریب عورت بچے کا ہاتھ کھینچ کر آگے لے گئی اور بولی:

"تم غریب ماں کے بیٹے ہو تمہیں ان کھلونوں سے کھیلنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ امیروں کے کھلونے ہیں اور ان سے صرف امیر لوگوں کے بچے ہی کھیل سکتے ہیں۔"

ماریا وہاں کھڑی یہ سارا ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔ اس سے غریب بچے کے آنسو نہ دیکھے گئے۔ اس وقت دکان دار موٹی تازی امیر عورت کو کھلونے دکھا رہا تھا۔ امیر عورت کے لیے اسی دو منزلہ بس کے کھلونے کی طرف اشارہ کرکے پوچھا:

"اس کی کیا قیمت ہے؟"

عین اسی وقت ماریا نے ہاتھ آگے بڑھا کر دو منزلہ بس کا کھلونا اٹھا لیا۔ کیوں کہ وہ اس کھلونے کو غریب عورت کے بچے کو دینا چاہتی تھی۔ دکان دار اور موٹی امیر عورت کی

آنکھوں کے سامنے دو منزلہ بس کا کھلونا غائب ہو گیا۔ یہ کوئی چھوٹا کھلونا نہیں تھا اور بڑا قیمتی تھا۔ دکاندار موٹی عورت کو اور موٹی عورت دکاندار کا منہ تکنے لگی:

"کھلونا کہاں چلا گیا؟"

دکاندار نے یہ کہہ کر کھلونے کو ادھر اُدھر تلاش کرنا شروع کر دیا۔ مگر کھلونا تو ماریا کے ہاتھ میں تھا اور غائب تھا۔ ماریا کو دکاندار پر سخت غصہ آ رہا تھا کہ وہ غریب عورتوں کے ساتھ ایسا بُرا سلوک کرتا ہے اور انہیں جھڑک کر دکان سے آگے کر دیتا ہے۔ ماریا اسے ایک سبق بھی سکھانا چاہتی تھی۔ اس نے دیکھا کہ جہاں قیمتی کھلونے پڑے تھے اس کے عین اوپر بجلی کا ایک بہت بڑا اور وزنی جھاڑ فانوس لگا تھا۔ ماریا نے وہیں سے چاقو پکڑا اور فانوس کی رسّی کو کاٹ دیا جھاڑ فانوس ایک دھماکے کے ساتھ قیمتی کھلونوں کے اوپر گرا۔ کھلونے بھی تباہ ہو گئے اور فانوس بھی ٹوٹ پھوٹ گیا۔ دکاندار اور گاہک اچھل کر پرے پرے ہٹ گئے۔ ماریا دو منزلہ بس کا کھلونا ہاتھ میں لیے غریب عورت اور اس کے غریب بچے کو تلاش کرنے لگی۔

دونوں ماں بیٹا انار کلی بازار سے نکل کر ایک طرف جا رہے تھے۔ بچے کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ ابھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تک کھلونے کے لیے ضد کر رہا تھا اور رو رہا تھا۔ ماریا نے قریب جا کر کھلونا بچے کے ہاتھ میں دے دیا۔ بچہ کھلونا پا کر اس قدر خوش ہوا کہ جس کی انتہا نہ رہی۔ وہ یہ سمجھا کہ یہ کھلونا اس کی ماں نے اسے دیا ہے۔ غریب عورت ہکا بکا ہو رہی تھی کہ یہ کھلونا غیب میں کہاں سے آ گیا۔ وہ کچھ نہ سمجھ سکی اور بچے کو لے کر جلدی جلدی وہاں سے گذر گئی۔ ماریا کے دل کو اطمینان ہو گیا کہ اس نے ایک غریب بچے کی معصوم خواہش کو پورا کر دیا ہے۔

یہاں سے نکل کر وہ مال روڈ پر آ گئی۔ یہاں بھی ٹریفک کا شور تھا۔ موٹر کاریں موٹر سائیکلیں اور رکشے بھاگے چلے جا رہے تھے۔ ماریا مال روڈ کے ایک فٹ پاتھ پر چلی جا رہی تھی۔ ایک جگہ اس نے ایک بہت عالی شان گرجے کی عمارت دیکھی۔ ماریا کا دل خدا کی عبادت کرنے کو چاہا۔ وہ گرجا گھر میں داخل ہو گئی۔ اندر سے بھی گرجا گھر بہت خوبصورت تھا۔ اونچی چھت تھی۔ نشستیں قرینے سے لگی تھیں۔ دیواروں کے رنگین شیشوں والے روشن دانوں میں سے ہلکی ہلکی روشنی اندر آ رہی تھی۔ ایک جگہ چبوترے پر حضرت عیسیٰ مسیحؑ اور حضرت مریمؑ کی تصویریں لگی تھیں اور موم بتیاں روشن تھیں۔ ماریا چبوترے کے سامنے دو زانو ہو کر جھک

گئی اور آنکھیں بند کر کے عبادت میں مصروف ہو گئی۔

عبادت سے فارغ ہو کر ماریا گرجا گھر کے مختلف حصوں میں چلنے پھرنے لگی۔ وہ ایک کمرے میں داخل ہوئی تو اس کمرے کے درمیان میں ایک چبوترے پر شیشے کا تابوت رکھا تھا جس کے اندر ایک لڑکی کی سفید ریشمی کپڑوں میں لپٹی ہوئی لاش پڑی تھی۔ یہ بڑی ہی خوب صورت لڑکی تھی۔ اس کے چہرے پر نور برس رہا تھا۔ ایسے لگتا تھا کہ کوئی جنت کی حور ہے جو ابھی ابھی کچھ دیر آرام کرنے کے لیے شیشے کے تابوت میں آ کر لیٹ گئی ہے۔ ماریا حیران تھی کہ یہ کس مقدس لڑکی کی لاش ہے جسے شیشے کے تابوت میں سنبھال کر رکھا ہوا ہے اور جو ابھی تک خراب نہیں ہوئی۔ ماریا نے غور سے دیکھا تو لڑکی کی گردن پر زخم کا گہرا نشان تھا۔ زخم کے کنارے یوں خون سے سرخ تھے جیسے زخم تازہ تازہ لگا ہو۔ مگر یہ خون اس لڑکی کے کپڑوں پر نہیں بہہ رہا تھا۔ ماریا نے ایسی خوب صورت اور نورانی لڑکی کی لاش پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ لاش کا زخم دیکھ کر وہ اور زیادہ حیران ہو گئی کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ لڑکی کو کسی نے قتل کیا تھا۔ مگر لڑکی کی لاش کو اس تابوت میں کس لیے محفوظ کر لیا گیا تھا اور اس کے چہرے پر اس قدر نور کہاں سے آ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گیا تھا۔ یہ وہ معمّہ تھا جسے ماریا حل کرنا چاہتی تھی۔

اچانک لڑکی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ ماریا تابوت سے ذرا پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے کانوں میں جیسے اس مقدس لڑکی کی آواز آئی:

"ڈرو نہیں ماریا! میں جانتی ہوں تم کون ہو، مگر تم نہیں جانتی کہ میں کون ہوں۔ تم یہ معلوم کرنا چاہتی ہو کہ میں کون ہوں تو پھر ایک پل کے لیے اپنی آنکھیں بند کر لو۔ تم پر سارا راز اپنے آپ کھل جائے گا۔"

ماریا نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے کانوں میں پھر وہی آواز آئی:

"آنکھیں کھول دو ماریا"

ماریا نے آنکھیں کھولیں تو زمانہ بدل چکا تھا۔ وہ تین سو سال پہلے کے لاہور شہر میں تھی۔ نہ وہاں وہ گرجا گھر تھا جس میں مقدس لڑکی کی لاش تھی نہ باہر مال روڈ تھی۔ نہ فٹ پاتھ تھے اور نہ موٹر گاڑیاں رکشے اور موٹر سائیکلیں آ جا رہی تھیں۔ وہ ایک ایسی جگہ کھڑی تھی جہاں ایک کچی سڑک شہر کے پرانے دروازے سے نکل کر ایک میدان کو جاتی تھی۔ شہر کے باہر خیمے لگے تھے جہاں خانہ بدوش رہتے تھے۔ شہر کے دروازے میں سے پرانے مغلیہ زمانے کے کپڑوں والے لوگ آ جا رہے تھے۔ ایک پالکی نکلی جسے مزدوروں نے اٹھا رکھا تھا۔ اس پر پردے گرے ہوئے تھے۔ کوئی امیر عورت کہیں جا رہی تھی۔ شہر کے دروازے پر مغلیہ سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ ماریا شہر میں داخل ہو گئی۔ دکانوں میں کپڑا گرم مصالحے اور پھل بک رہے تھے۔ چوباروں پر چقیں گری ہوئی تھیں۔ مسلمان عورتیں نقاب پہنے ہوئے تھیں اور غیر مذہب کی ہندو عورتیں ساڑھیاں پہنے بازاروں سے گذر رہی تھیں۔

ماریا شہر کے ایک چوک میں آئی جہاں ایک گرجے کی چھوٹی سی عمارت تھی۔ ماریا گرجے میں داخل ہو گئی۔ یہ ایک چھوٹا سا گرجا تھا جس کے چبوترے پر حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کی تصویروں کے آگے موم بتیاں روشن تھیں۔ ماریا نے دیکھا کہ ایک لڑکی حضرت عیسیٰؑ کی تصویر کے آگے دو زانو ہو کر عبادت کر رہی ہے۔ اس لڑکی نے ساڑھی پہن رکھی تھی۔ وہ عیسائی نہیں بلکہ کسی دوسرے مذہب کی لگتی تھی۔ ماریا نے قریب سے جا کر اسے دیکھا تو حیران رہ گئی۔ یہ وہی لڑکی تھی جس کی لاش ماریا نے لاہور کے گرجا گھ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے شیشے کے تابوت میں دیکھی تھی۔ لڑکی ابھی عبادت ہی کر رہی تھی کہ گرجا گھر میں ایک آدمی داخل ہوا۔ اس نے لڑکی کو بالوں سے گھسیٹا اور باہر لے گیا۔ باہر لے جا کر اس نے لڑکی کو قہر بھری نظروں سے دیکھا اور کہا:

"بدبخت ہمارے گھر میں پیدا ہو کر عیسائیوں کے گرجے میں عبادت کرتی ہو۔ ماں باپ کے مذہب کو لاج لگا رہی ہو۔ ہمارے بتوں کی پوجا کیوں نہیں کرتیں؟"

وہ آدمی اس لڑکی کا باپ تھا۔ اس نے لڑکی کو پیٹنا شروع کر دیا۔ ماریا نے آگے بڑھ کر اس ظالم شخص کا ہاتھ توڑنا چاہا تو جیسے کسی نے اس کے ہاتھ کو روک دیا اور کے کانوں میں آواز آئی:

"یہ لڑکی شہادت کے راستے پر جا رہی ہے۔ اسے مت روکو۔ خداوند کی مرضی یہی ہے۔ اس میں ہرگز دخل نہ دو ماریا!"

ماریا وہیں رُک گئی۔ لڑکی کا باپ اسے گھسیٹتا ہوا ایک گلی میں لے گیا جہاں اس کا گھر تھا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی گئی۔ گھر میں عورتیں تھیں، انہوں نے لڑکی کو سمجھانا شروع کر دیا کہ وہ اپنے مذہب کو نہ چھوڑے اور عیسائیوں کے گرجے میں جا کر حضرت عیسیٰؑ کی عبادت کرنا چھوڑ دے۔

لڑکی نے روتے ہوئے کہا:

"مجھے حضرت یسوع مسیحؑ سے عقیدت ہے۔ میرے پاؤں اپنے آپ گرجا گھر کی طرف اُٹھ جاتے ہیں۔ میں مجبور ہوں۔"

اتنے میں لڑکی کا بڑا بھائی بھی آ گیا۔ اس نے لڑکی کو ایک زور کا طمانچہ مار کر کہا:

"کم بخت تیری وجہ سے ہم شہر میں بدنام ہو گئے ہیں اگر اب تم نے گھر سے باہر قدم رکھا تو میں تیری بوٹیاں کر دوں گا!"

اس نے اپنے باپ کہا:

"اسے کوٹھڑی میں بند کر دیں اور اس وقت تک اسے کھانے پینے کو کچھ نہ دیں جب تک کہ یہ گرجے کا خیال دل سے نہ نکال دے۔"

انہوں نے ماریا کی آنکھوں کے سامنے لڑکی کو اٹھا کر ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں پھینک دیا اور کوٹھڑی بند کر کے باہر سے تالا لگا دیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی کوٹھڑی میں آ گئی تھی۔ لڑکی اندھیری کوٹھڑی کے کونے میں سر جھکائے بیٹھی سسکیاں بھر کر رو رہی تھی۔ ماریا نے آگے بڑھ کر اسے تسلی دینی چاہی اور یہ کہنا چاہا کہ فکر نہ کرو میں تمہیں آدھی رات کو اس کوٹھڑی سے نکال کر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لے جاؤں گی کہ اس کے کانوں میں پھر وہی آواز آئی:

"منشائے خداوندی میں دخل مت دو۔ تمہارا کام دیکھنا ہے۔ خاموش رہو اور دیکھتی جاؤ کہ آگے کیا ہوتا ہے۔"

ماریا کو اس قسم کا واقعہ پہلے کبھی پیش نہیں آیا تھا۔ اس نے ہمیشہ مظلوم انسانوں کی مدد کی تھی۔ یہاں اسے روکا جا رہا تھا۔ ماریا کو یوں محسوس ہونے لگا تھا کہ وہ لڑکی جو اندھیری کوٹھڑی میں بیٹھی سسکیاں بھر رہی ہے اس کے مقابلے میں بہت بلند مقام کی لڑکی ہے جو حضرت عیسیٰؑ کی محبت میں سرشار ہے اور ان کی محبت کی راہ میں تکلیفیں جھیل رہی ہے۔ لوگوں کی مار پیٹ کو برداشت کر رہی ہے۔ بھوکی پیاسی رہنا قبول کر رہی ہے مگر حضرت عیسیٰؑ کی محبت کو دل سے نکالنا ہرگز گوارا نہیں کر رہی۔

ماریا کوٹھڑی میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی۔

رات ہو گئی۔ کھانے کا وقت ہو گیا۔ گھر میں لوگ کھانا کھانے میں لگ گئے۔ برتنوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ کوٹھڑی میں لڑکی بھوکی پیاسی دو زانو ہو کر خاموش بیٹھی، اندھیرے میں آنکھیں بند کیے عبادت کر رہی تھی۔ ماریا ایک خاموش تماشائی بنی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اسے اس لڑکی کے معاملات میں دخل دینے سے روک دیا گیا تھا۔ اتنے میں ماریا نے

دیکھا کہ کوٹھڑی میں نور کی روشنی سی پھیل رہی ہے۔ پھر اس روشنی میں ماریا نے ایک خوان دیکھا جس پر ریشمی رومال پڑا تھا۔ خوان اس لڑکی کے آگے آ گیا۔ ریشمی رومال اپنے آپ اٹھ گیا۔ خوان میں طرح طرح کے میٹھے خوشبو دار پھل تھے۔ لڑکی نے عبادت سے فارغ ہو کر سر اوپر اٹھایا۔ خوان نعمت کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا اور پھل کھا کر اپنی پیاس اور بھوک مٹائی۔ جب وہ کھا چکی تو خوانِ نعمت غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی روشنی بھی چلی گئی۔

اسی طرح چار روز گذر گئے۔ پانچویں روز گھر والوں نے دروازہ کھولا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ لڑکی کے چہرے پر کمزوری کے ذرا سے بھی اثرات نہیں تھے۔ وہ پہلے سے زیادہ صحت مند اور ہشاش بشاش تھی۔ انہوں نے اسے دوبارا کوٹھڑی میں بند کر کے باہر پہرہ بھی لگا دیا۔ اس رات لڑکی پریشان تھی۔ ماریا نے محسوس کیا کہ وہ کوٹھڑی میں اٹھ اٹھ کر بار بار دروازے پر جاتی تھی۔ بات یہ تھی کہ وہ اتوار کی رات تھی اور لڑکی گرجا گھر جا کر خدا کی عبادت کرنا چاہتی تھی۔ مگر دروازے پر تالہ لگا تھا اور باہر اس کا بھائی پہرہ دے رہا تھا۔ اس کے گھر والے اب یہی چاہتے تھے کہ اس لڑکی نے ان کے مذہب کو چھوڑ کر انہیں شہر میں بدنام کیا ہے اس

لیے اب اس کا مرجانا ہی بہتر ہے۔ وہ اسے بھوکی پیاسی رکھ کر مار دینا چاہتے تھے۔

جب رات آدھی گذر گئی تو لڑکی نے خدا سے دعا کی کہ اے خدا مجھے اپنی عبادت کے لیے گرجا گھر پہنچا دے۔ پھر ایسا ہوا کہ کوٹھڑی میں روشنی ہو گئی۔ اس روشنی میں ایک سرخ گھوڑا اندر آیا۔ لڑکی اس پر سوار ہوئی اور گھوڑا اسے لے کر کوٹھڑی سے باہر نکل گیا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ ماریا بھی کوٹھڑی سے باہر نکل گئی۔ وہ سیدھی گرجا گھر پہنچی وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ گھوڑا اسے لے کر وہاں گیا ہے یا نہیں۔

گرجا گھر میں موم بتیاں روشن تھیں۔ ماریا نے دیکھا کہ لڑکی چبوترے کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھی ہے اور خدا کی عبادت کر رہی ہے۔ اس کی آنکھیں بند ہیں۔ وہ دیر تک عبادت کرتی رہی۔ صبح ہونے والی تھی مگر لڑکی اسی طرح ساری دنیا سے بے خبر خداوند تعالےٰ کی عبادت میں مصروف تھی۔ ماریا بھی اس کے قریب ہی تھی۔

پھر ایسا ہوا کہ گرجا گھر کا دروازہ ایک دم سے کھلا۔ بجلی کی طرح ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر تھا۔ اس نے آتے ہی لڑکی کی گردن پر ایک ایسا کاری وار کیا کہ وہ فرش پر گر پڑی۔ اس کی گردن پر گہرا زخم آ چکا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وہ آدمی اس لڑکی کا بھائی تھا۔ اس سے پہلے کہ ماریا اس کا ہاتھ روکے وہ اپنا کام کر کے بھاگ چکا تھا۔ ماریا کو جیسے کسی نے پتھر بنا دیا تھا۔ خدا کی مرضی یہی تھی کہ وہ کچھ نہ کر سکے۔

ماریا نے جھک کر لڑکی کو دیکھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ نبضیں ڈوب رہی تھیں۔ ماریا کے دیکھتے ہی دیکھتے لڑکی ٹھنڈی ہو گئی۔ پھر اس کے چہرے پر ایک نور کا دائرہ سا بن گیا اور پیشانی اس نور سے چمکنے لگی۔ وہاں شور مچ گیا۔ لوگ گرجا گھر کی طرف بھاگے۔ ان لوگوں میں عیسائی مذہب کو ماننے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ وہ حضرت عیسیٰؑ کی محبت میں اپنی جان قربان کر دینے والی لڑکی کی لاش کو محفوظ کر لینا چاہتے تھے۔ ماریا وہاں سے چلے جانا چاہتی تھی۔ اس نے آخری بار لڑکی کے چہرے اور چمکتی ہوئی پیشانی کو دیکھا اور گرجا کے دروازے کی طرف بڑھی جس میں سے لوگوں کا ایک ہجوم شہید لڑکی کے حق میں نعرے بلند کر رہا تھا۔

"اب آنکھیں کھول دو۔"

ماریا کے کان میں اسی لڑکی کی آواز ایک بار پھر آئی۔ ماریا نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ کیا دیکھتی ہے کہ اسی لاہور والے گرجا گھر کے کمرے میں کھڑی ہے۔ سامنے شیشے کے تابوت میں اسی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لڑکی کی لاش پڑی ہے۔ جس کے چہرے پر نور کی روشنی ہے اور پیشانی چمک رہی ہے۔ اس نے لڑکی کو غور سے دیکھا۔ شہید لڑکی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی اور پھر جیسے ماریا کے کانوں میں کسی نے کہا:

"ماریا! اب تم جا سکتی ہو۔ خدا تمہاری حفاظت کرے۔"

ماریا گرجا گھر سے باہر نکل آئی۔ باہر وہی لاہور شہر کی دنیا تھی۔ مال روڈ پر ٹریفک کا شور مچا تھا۔ اور دوپہر ڈھلنے لگی تھی شام ہوتے ہوتے ماریا دریائے راوی کی طرف روانہ ہو گئی۔ وہ ایک بار پھر وہاں ناگ کو تلاش کرنا چاہتی تھی۔

○

ناگ کی لاہور کے طالبعلم سے ملاقات

ماریا دریائے راوی کی طرف جا رہی تھی۔

اور ناگ شہر کی طرف آ رہا تھا۔ مقبرہ جہانگیر سے دو روز پہلے ہی نکل کر وہ بادشاہی مسجد کے ایک حجرے میں آ گیا تھا۔ اسے یہ عظیم الشان مسجد بڑی اچھی لگی تھی۔ یہاں وہ دوسرے نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھتا اور رات کو حجرے میں جا کر لیٹ جاتا۔ ناگ کو اسلام سے بڑی محبت اور عقیدت ہو گئی تھی۔ مگر اس نے کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ وہ دل سے دین اسلام پر ایمان لا چکا تھا مگر ابھی عنبر اور ماریا کو اس نے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں بتائی تھی۔ ناگ اپنی اس عقیدت کو اپنے تک ہی رکھنا چاہتا تھا۔

جس وقت ماریا اس کی تلاش میں مقبرہ جہانگیر کی طرف جا رہی تھی۔ تو ناگ بادشاہی مسجد میں نماز سے فارغ ہو کر شہر کی طرف چل پڑا۔ ابھی چاند رات میں ایک دن باقی تھا۔ یعنی اسے ایک دن چھوڑ کر پورے چاند کی رات کو دریا کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کنارے مسلمان بزرگ یاقوت یمانی کی روح کا دیدار کر کے عذاب میں گرفتار امریکی لڑکی کی روح کے لیے معافی طلب کرائی تھی۔

ناگ نے پتلون قمیص اور امریکی بوٹ پہن رکھے تھے اس دوران میں اس نے مقبرہ جہانگیر کے باغ میں ایک پرانی بارہ دری کے قریب دفن ایک خزانے میں سے سونے کے کچھ سکے حاصل کر کے اسے ایک سنار کو دے کر دو ہزار روپے حاصل کر لیے تھے۔ یعنی اب اس کی جیب میں پاکستانی روپے موجود تھے۔ وہ یادگار مینار پاکستان کے قریب فٹ پاتھ پر بس کے انتظار میں کھڑا تھا کہ اس کی نظر ایک پندرہ سولہ سال کے ایک نوعمر لڑکے پر پڑی جو کتابیں ہاتھ میں لیے سامنے والے باغ سے آیا اور ناگ کے قریب کھڑا ہو کر بس کا انتظار کرنے لگا۔ ناگ نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔ اور سڑک پر سے گزرتی موٹروں اور رکشوں کو دیکھتا رہا۔ اتنے میں بس آ گئی۔ ناگ کے ساتھ وہ لڑکا بھی سوار ہو گیا۔ اتفاق سے جہاں ناگ بیٹھا اس کی ساتھ والی سیٹ پر وہ لڑکا بیٹھ گیا اور ایک کتاب کھول کر پڑھنے لگا:

ناگ نے ذرا گردن ٹیڑھی کر کے دیکھا۔ لڑکا عنبر ناگ ماریا

کی واپسی کی ایک قسط پڑھ رہا تھا جو نیا مکتبہ اقراء والوں نے شائع کی تھی۔ ایک بار ناگ اور عنبر کو ماریا نے بتایا تھا کہ ان کے سفر کی داستان لاہور میں لکھی اور چھاپی جا رہی ہے اور لڑکے اسے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ ناگ کا دل چاہا کہ اس لڑکے سے اپنے سفر کے بارے میں کچھ باتیں کرے۔ اس نے ذرا سا کھانس کر لڑکے سے پوچھا:

"بیٹے! تم کون سی کتاب پڑھ رہے ہو؟"

لڑکے نے ناگ کی طرف دیکھے بغیر کہا:

"بچوں کی ایک کتاب ہے۔"

ناگ نے کہا:

"میں دیکھ رہا ہوں کہ اس پر عنبر ناگ ماریا کی واپسی لکھا ہے۔ کیا یہ کوئی سفر نامہ ہے؟"

"جی ہاں۔"

لڑکا کتاب پڑھنے میں لگا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ وہ نہیں چاہتا کہ کوئی اس کی پڑھائی میں دخل دے۔ مگر ناگ بھی اس سے باتیں کرنے پر تلا ہوا تھا۔ اس نے کہا:

"اس میں ناگ کون ہے؟ کیا وہ کوئی سانپ ہے؟"

اب لڑکے نے تنگ آ کر کتاب بند کر دی اور ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"جی ہاں۔ ناگ ایک سانپ ہے جو جیسی شکل چاہے اختیار کر سکتا ہے۔"

ناگ مسکرایا:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بھلا کبھی کوئی سانپ بھی انسان بنا ہے۔"

لڑکا بولا:

"جناب یہ کہانی ہے۔ کہانیوں میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ مگر بزرگ کہتے ہیں کہ سانپ پانچ سو سال زندہ رہنے کے بعد انسان کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"کیا تم اس پر یقین کرتے ہو؟"

لڑکا بولا:

"یقین نہیں آتا۔ مگر یقین کرنے کو دل چاہتا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"اچھا یہ بتاؤ کیا تم ناگ عنبر یا ماریا میں سے کسی سے ملنا پسند کرو گے؟"

لڑکا مسکرایا:

"بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے جناب!"

پھر کچھ سوچ کر بولا:

"میں نے عنبر ناگ ماریا کی ساری قسطیں پڑھی ہیں اور پڑھ رہا ہوں۔ اب مجھے کچھ کچھ یقین سا ہونے لگا ہے کہ یہ لوگ اصل میں زندہ ہیں اور سچ مچ پانچ ہزار سال کا واپسی کا سفر کر رہے ہیں۔"

ناگ بولا:

"کیا کبھی ان تینوں میں سے کسی ایک سے تمہاری ملاقات ہوئی ہے۔"

"بالکل نہیں"

"اگر ناگ تمہیں مل جائے تو تم اسے کیا کہو گے؟"

لڑکا کہنے لگا:

"میں اس سے اپنی دو خواہشیں پوری کرنے کے لیے کہوں گا۔"

ناگ نے پوچھا:

"پہلی خواہش کون سی ہے تمہاری؟"

لڑکے نے کہا:

"میری ایک چھوٹی بہن نائیلہ ہے۔ وہ پانچویں کلاس میں پڑھتی ہے۔ مجھے اس سے بڑی محبت ہے۔ مگر ایک سال سے سخت بیمار ہے۔ وہ دن بدن سوکھتی جا رہی ہے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ نے پوچھا:

"اسے کون سی بیماری ہے؟"

"ایک ایسی بیماری ہے جسے صرف ناگ ہی اچھا کر سکتا ہے۔ ہر مہینے کی گیارہ تاریخ کو رات کے وقت ایک سانپ آتا ہے اور اسے سونگھ کر چلا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ سوکھتی جا رہی ہے اور شاید اب زندہ نہ رہے مجھے اگر ناگ مل جائے تو میں اسے کہوں گا کہ وہ سانپوں کا عظیم دیوتا ہے۔ میری بہن کو اچھا کر دے۔"

ناگ نے مسکراتے ہوئے پوچھا:

"اور تمہاری دوسری خواہش کون سی ہے؟"

لڑکا بولا:

"جب میری پہلی خواہش پوری ہو جائے گی تو پھر اے میں اپنی دوسری خواہش بتاؤں گا۔"

ناگ نے کہا:

"تمہارا نام کیا ہے؟"

لڑکے نے کہا:

"امجد علی۔"

بس شہر کے بارونق بازاروں سے گذر کر گارڈن ٹاؤن کی طرف

رہی تھی۔ ناگ کی کوئی منزل نہیں تھی۔ مگر اب اس کی منزل بن گئی تھی۔ وہ امجد علی کی چھوٹی بہن نائیلہ کو تندرست کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ امجد علی کے گھر جائے۔

اس نے امجد علی سے کہا:

"امجد بیٹے! اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ میں ہی ناگ ہوں تو کیا تم یقین کر لو گے؟"

امجد علی پہلے تو زور سے ہنس پڑا پھر کچھ اداس ہو کر بولا:

"جناب آپ کو ایسا مذاق نہیں کرنا چاہیے۔ میں اپنی بہن نائیلہ کے لیے بہت پریشان ہوں۔ گھر میں سبھی بہت پریشان ہیں۔ مگر مجھے اپنی بہن سے بہت پیار ہے اور میں زیادہ پریشان ہوں۔"

ناگ نے کہا:

"تو پھر میری بات غور سے سنو! میں ہی ناگ ہوں عنبر اور ماریا میرے ساتھی ہیں اور ہم پانچ ہزار سالہ واپسی کے سفر پر نکلے ہوئے ہیں۔ یہ جو کتاب تم پڑھ رہے ہو یہ ہماری ہی داستان ہے۔ تم مجھے اپنے گھر لے چلو۔ میں تمہاری پیاری بہن کو ٹھیک کر دونگا۔"

امجد علی لڑکا آنکھیں کھولے حیرت سے ناگ کو تک رہا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جو شخص اس کے سامنے بیٹھا ہے وہی ناگ ہے۔ مگر کتاب میں اس کا جو حلیہ لکھا تھا وہی حلیہ اس نوجوان کا تھا۔ سانولا رنگ، سیاہ بال، دبلا پتلا جسم اور آنکھوں میں مقناطیسی کشش اور چمک! پھر بھی امجد علی کوئی ثبوت چاہتا تھا۔

اس نے کہا:

"اگر آپ ناگ ہیں تو آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے؟"

ناگ نے کہا:

"اگر میں تمہیں ثبوت دوں تو کیا تم ڈر تو نہیں جاؤ گے؟"

امجد علی بولا:

"ہرگز نہیں۔ میں نے عنبر ناگ ماریا کی اتنی قسطیں پڑھی ہیں کہ اب میرے دل سے اس قسم کی باتوں کا ڈر دور ہو چکا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"ٹھیک ہے۔ تمہیں کہاں اترنا ہے؟"

"اگلے بس سٹاپ پر۔"

اگلے سٹاپ پر ناگ اور امجد علی بس سے اتر گئے۔ دھوپ ڈھل چکی تھی اور شام کا ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔

ڈن ٹاؤن کے اس بس سٹاپ پر دو تین سواریاں اتریں اور
اپنے گھروں کو چل دیں۔
ناگ نے امجد علی سے کہا:
امجد بیٹے! اُدھر درختوں کے پاس آ جاؤ۔ میں تمہیں ناگ
ہونے کا ثبوت دینا چاہتا ہوں۔"
امجد علی ابھی تک یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ شخص کوئی پاگل ہے
کوئی بڑا ہی چالاک آدمی ہے اور اس کے گھر جا کر اس
کے ڈیڈی ممی سے پیسے بٹورنا چاہتا ہے، لیکن وہ یہ بھی چاہتا
کہ جو شخص اپنے آپ کو ناگ ظاہر کر رہا ہے اس کے
بل کا پول کھل جائے۔ چنانچہ وہ ناگ کے ساتھ درختوں
کے پاس آ گیا۔ امجد اس لیے بھی بے خوف تھا کہ یہ اس
اپنا محلہ تھا۔ اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو وہ شور
کر ارد گرد کوٹھیوں والوں کو بلا سکتا تھا۔ وہ سب امجد علی
جانتے تھے کہ شیخ کرامت علی ریلوے ٹھیکیدار کا چھوٹا
ہے۔
درختوں کے نیچے آ کر ناگ نے امجد علی کی طرف دیکھا۔
مسکرا رہا تھا۔ کہنے لگا:
"امجد بیٹا! تم کیا چاہتے ہو کہ میں کون سی شکل
میں تمہارے سامنے آؤں؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

امجد علی بولا :

"آپ سانپ ہی بن کر دکھا دیں"

ناگ نے کہا :

"تم ڈرو گے تو نہیں ؟"

"بالکل نہیں" امجد علی نے جواب دیا۔

امجد علی ناگ کو غور سے دیکھ رہا تھا کہ کہیں یہ شخص کوئی چار سو بیسی تو نہیں کرتا۔ کوئی دھوکے بازی تو نہیں کرتا۔ پھر اس نے دیکھا کہ ناگ نے بالکل اسی طرح، جس طرح کہ کتاب میں لکھا ہوا ہے، ناگ نے زور سے سانس اندر کو کھینچا اور غائب ہو گیا۔ امجد علی چونک کر پیچھے ہٹا۔ کیونکہ ناگ کی جگہ وہاں زمین پر ایک سیاہ رنگ کا پھنیئر کوبرا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا تھا اور اپنا پھن پھیلائے جھوم رہا تھا۔ امجد علی کو خوف کے مارے پسینہ آگیا۔ وہ وہاں سے بھاگنے ہی والا تھا کہ ناگ فوراً دوبارا انسانی شکل میں آگیا :

"اب تو تمہیں یقین کر لینا چاہیے کہ میں ہی ناگ ہوں"

امجد کا گلا خوف کے مارے خشک ہو گیا تھا۔ ماتھے پر پسینہ آگیا تھا۔

بولنے لگا :

"جی ہاں — یقین آگیا ہے۔ آگیا ہے"

ناگ نے امجد کو تسلی دیتے ہوئے کہا :

"چلو مجھے اپنے گھر لے چلو۔ میں تمہاری پیاری بہن کو اس سانپ سے نجات دلاؤں گا جو ہر مہینے کی گیارہ تاریخ کو آکر اسے سونگھ جاتا ہے"

امجد ابھی تک سہما اور ڈرا ڈرا ہوا تھا۔ ناگ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا :

"یار گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ مگر ایک بات کا خیال رکھنا"

"جی کون سی بات ؟"

"تمہارے سوائے اب کسی کو یہ پتہ نہ چلے کہ میں ناگ ہوں"

"میں کسی سے اس کا ذکر نہیں کروں گا جناب"

"وعدہ کرتے ہو"

ناگ نے امجد کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر زور سے ہلایا اور مسکراتے ہوئے کہا :

"چلو اب تمہارے گھر چلتے ہیں"

امجد علی ناگ کو اپنی کوٹھی میں لے آیا۔ لان میں ایک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کُتا بندھا تھا وہ ناگ کو دیکھ کر بھونکنے لگا۔ امجد نے اسے خاموش رہنے کو کہا۔ کمرے میں سے ایک ادھیڑ عمر کا آدمی نکلا اور کتے کو چپ کراتے ہوئے امجد علی کو ایک اجنبی کے ساتھ دیکھ کر اس کے پاس آ گیا۔

ناگ سمجھ گیا کہ یہ شخص امجد کا باپ ہے۔ اس نے سلام کیا۔ امجد کے باپ شیخ کرامت علی ریلوے ٹھیکیدار نے وعلیکم السلام کہہ کر ناگ کو برآمدے میں کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ اب امجد نے ناگ کا تعارف کرواتے ہوئے کہا:

"ڈیڈی! یہ میرے ایک کلاس فیلو کے والد صاحب ہیں۔ بڑے اچھے حکیم ہیں۔ انہوں نے نائیلہ کی بیماری کا سنا تو کہا کہ مجھے گھر لے چلو میں تمہاری بہن کا علاج کروں گا۔"

امجد کے باپ شیخ کرامت علی نے بیزاری سے ناگ کی طرف دیکھا اور کہا:

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

پھر نوکر کو آواز دے کر کہا کہ کتے کو دوسری طرف لے جائے۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ اسے ناگ سے مل کر کسی قسم کی خوشی نہیں ہوئی اور وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دے رہا۔ امجد کا باپ بھی سچا تھا۔ وہ شہر کے اعلیٰ سے اعلیٰ ڈاکٹروں اور حکیموں کا علاج کروا چکا تھا۔ بڑے سے بڑے سپیشلسٹ کو دکھلا چکا تھا مگر کسی کے علاج سے اس کی پیاری بچی تندرست نہیں ہوئی تھی۔ رات کو جو سانپ آتا تھا وہ کسی کے قابو میں نہیں آتا تھا اور یہ بھی خطرہ تھا کہ وہ غصّے میں آ کر اس کی بیٹی کو ڈس نہ دے۔

ناگ نے کہا:

"کیا میں نائیلہ بیٹی کو دیکھ سکتا ہوں؟"

امجد کا باپ بولا:

"اسے دیکھ کر آپ کیا کر لیں گے۔ بس اب تو ہماری خدا سے ہی آس لگی ہے۔ وہی اسے صحت عطا کر سکتا ہے۔"

اتنے میں امجد کی والدہ اور دوسرے بہن بھائی بھی آ گئے۔ وہ سب بڑے پریشان تھے۔ بے چاری ماں کا تو غم سے بُرا حال ہو رہا تھا۔

اس نے ناگ کی طرف دیکھ کر پوچھا:

"آپ حکیم صاحب ہیں کیا؟"

امجد کے باپ نے کہا:

"ہاں بیگم — جیسے دوسرے حکیم علاج نہیں کر سکے یہ بھی ویسے ہی حکیم ہیں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پھر انہوں نے ناگ سے پوچھا:

"آپ کا نام کیا ہے؟"

ناگ نے کہا:

"حکیم زوناش"

"یہ کیسا نام ہے آپ کا!"

امجد کو یہ فکر تھا کہ کہیں ناگ ناراض ہو کر واپس نہ چلا جائے۔ کیوں کہ کسی کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ یہی شخص نائیلہ کا علاج کر سکتا ہے۔ اس کا ایک طرح سے مذاق اڑایا جا رہا تھا۔

امجد نے جھٹ کہا:

"ڈیڈی! جس طرح دوسرے حکیموں کو دکھایا ہے۔ انہیں بھی نائیلہ کو ایک بار دکھا دیں۔"

باپ نے منہ دوسری طرف کرتے ہوئے کہا:

"اس سے کیا فرق پڑے گا۔"

ماں بولی:

"آخر دکھانے میں کیا حرج ہے۔ کیا معلوم اللہ میاں ان کے بہانے میری بیٹی کو اچھا کر دے۔"

امجد کے باپ نے کرسی پر سے اٹھتے ہوئے کہا:

"تو پھر اندر لے جا کر دکھا دو۔ یہ بھی اپنا شوق پورا کر لیں۔"

ناگ نے ویسے بڑا صبر کیا تھا۔ محض نائیلہ اور اس کے بھائی امجد کی وجہ سے۔ اسے ایک سجے سجائے دوسری منزل کے کمرے میں لے جایا گیا جہاں پلنگ پر نائیلہ لیٹی تھی۔ وہ سوکھ کر کانٹا بن چکی تھی اور آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ ناگ نے اس کی پنڈلی پر وہ جگہ دیکھی جہاں سانپ آ کر اپنا منہ رکھ کر سونگھا کرتا تھا۔ امجد کی والدہ، دوسرے بہن بھائی بھی وہاں پر موجود تھے۔ اتنے میں امجد کے والد صاحب بھی اندر آ گئے اور ذرا پرے کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگے۔ ان کے نزدیک یہ تماشا ہی تھا۔ کیوں کہ انہیں یقین تھا کہ یہ حکیم جو اپنا نام زوناش بتاتا ہے۔ اس کی بیٹی کا علاج نہ کر سکے گا۔

انہوں نے کہا:

"حکیم صاحب آپ نے میری بچی کی حالت دیکھ لی ہے۔ اب آپ کو یقین ہو گیا ہو گا کہ آپ اس کا علاج نہیں کر سکیں گے۔ میرا خیال ہے اب آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔"

امجد، امجد کی والدہ اور دوسری بہنوں کو اپنے باپ کی یہ بات اچھی نہ لگی۔ ناگ کا تو پارہ ایک دم چڑھ گیا۔ قریب

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھا کہ وہ سانپ بن کر ایسی زبردست پھنکار مارے کہ امجد کا باپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ مگر اس نے ایک بار پھر بہت زیادہ صبر اور برداشت سے کام لیا۔ کیونکہ یہ ایک معصوم بچی کی زندگی اور موت کا سوال تھا۔

امجد نے کہا:

"انکل! سانپ رات کو آتا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"وہ دن میں بھی آ سکتا ہے۔ وہ اس وقت بھی آ سکتا ہے۔"

امجد کو تو یقین تھا کہ ناگ کے حکم سے سانپ اس وقت بھی آ سکتا تھا۔ مگر اس کے باپ نے مسکرا کر کہا:

"آپ ہمارے دل کو بہلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بھلا جو سانپ رات کو کسی کے ہاتھ نہیں آتا دن کی روشنی میں کہاں سے آ جائے گا۔"

ناگ نے کہا:

"میں اگر چاہوں تو وہ اسی وقت، ابھی یہاں حاضر ہو جائے گا اور آپ کی بیٹی کی ساری طاقت واپس کر دے گا اور پھر کبھی نہیں آئے گا۔"

امجد کا باپ بولا:

"مگر آپ تو حکیم ہیں۔ سپیرے نہیں ہیں۔"

ناگ نے کہا:

"میں کیا ہوں؟ آپ نہیں جانتے۔ مجھے صرف ایک بات بتائیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی بیٹی اچھی ہو جائے؟"

"کیوں نہیں بھائی۔ ہم تو اس کے لیے جان بھی قربان کرنے کو تیار ہیں۔"

امجد کی والدہ نے کہا:

اس کی بہنیں بھی ناگ سے کہنے لگیں کہ اگر وہ علاج کر سکتا ہے تو ضرور علاج کرے اور ان کے باپ کی باتوں پر نہ جائے۔

والدہ نے کہا:

"کیا سانپ واپس آ کر میری بچی کی کھوئی ہوئی طاقت واپس کر دے گا؟"

امجد کا بڑا بھائی کہنے لگا:

"مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ سانپ تو آدھی رات کو ایک خاص وقت پر آتا ہے۔ اس سے پہلے کبھی نہیں آتا۔"

ناگ نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"آپ پرے پرے ہٹ کر صوفوں پر بیٹھ جائیں اور جب سانپ آئے تو گھبرائیں بالکل نہیں۔ وہ کسی کو کچھ نہیں کہے گا۔"

سب لوگ بچی کے پلنگ سے پرے پرے ہو کر صوفوں پر بیٹھ گئے۔ ناگ بچی کے پلنگ کے پاس قالین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

اُس نے امجد سے کہا:

"امجد بیٹا! دروازہ بند کر دو۔ نوکر سے کہہ دو اندر کسی کو نہ آنے دے۔"

امجد نے نوکر کو کہہ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ اس کے سامنے وہی تماشہ ہونے والا تھا جو وہ "عنبر ناگ مارپا کی واپسی" کی قسطوں میں پڑھتا آیا تھا۔ امجد کا باپ بھی صوفے پر بیٹھا بس یونہی ناگ کو تک رہا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا۔ کہ بھلا یہ شخص کہاں سانپ کو بلا سکے گا۔ مگر اپنی بیگم اور بچوں کی وجہ سے چپ تھا۔ اصل میں وہ اپنی بیٹی کی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔

ناگ نے آنکھیں بند کر لیں۔ ایک بار دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور پھر انہیں اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا اور منہ ہی منہ میں سانپ کا منتر پڑھنا شروع کر دیا۔ بڑی مشکل سے

تین منٹ گذرے ہوں گے کہ کمرے میں پھنکار کی آواز سنائی دی۔ امجد کا باپ اس کی والدہ اور بہن بھائی چونک اُٹھے۔ امجد نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کو کہا۔ ان سب کی نظریں کمرے میں سانپ کو تلاش کر رہی تھیں۔ کیوں کہ انہیں سانپ کی پھنکار کی آواز صاف سنائی دی تھی۔

ناگ منتر پڑھے جا رہا تھا۔ کمرے میں بیٹھے ہوئے سب نے دیکھا کہ ایک سبز دھاریوں والا سیاہ کالا سانپ نائیلہ کے پلنگ کے نیچے سے نکل کر قالین پر آہستہ آہستہ رینگتا ہوا ناگ کے سامنے آیا۔ اپنا پھن پھیلایا۔ تین بار ناگ کے آگے پھن کو جھکایا۔ پھن کو سمیٹا اور اپنی گردن ناگ کے قدموں کے قریب قالین پر رکھ کر بے حس و حرکت ہو گیا۔ ناگ نے آنکھیں کھول دیں۔ ہر کوئی حیران بھی تھا اور خوف زدہ بھی تھا۔ پلنگ پر نائیلہ نیم بے ہوشی کی حالت میں ویسے ہی پڑی تھی۔ امجد کے باپ کا تو دہشت کے مارے بُرا حال تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ امجد بڑا خوش تھا۔ اور کبھی اپنے باپ کی طرف اور کبھی ناگ کی طرف فخر سے دیکھتا تھا۔ امجد کی ماں بھی آنکھیں کھولے سانپ کو تک رہی تھی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ نے سانپ سے کہا:

"تم اس معصوم بچی کی جان کے دشمن کیوں ہوئے تھے؟"

سانپ نے کہا:

"غلطی ہو گئی عظیم ناگ! مجھے معاف کر دیں۔"

ناگ نے کہا:

"اگر میں یہاں نہ آتا تو تم اس معصوم بچی کو ہلاک کر چکے تھے۔"

سانپ نے ایک بار پھر معافی مانگی۔

ناگ نے پھر کہا:

"تم نے ایک بھولی بھالی بے گناہ بچی کو جان سے مارنے کا ارادہ کر کے ایک بڑا گناہ کیا ہے اور سانپوں کی دنیا کو بدنام کیا ہے۔"

سانپ کانپنے لگا:

"عظیم ناگ دیوتا! مجھے معاف کر دیں۔"

سب لوگ ناگ کے الفاظ تو سن رہے تھے مگر سانپ کی آواز انہیں سنائی نہیں دے رہی تھی۔

ناگ نے کہا:

"سب سے پہلا کام یہ کرو کہ فوراً اس بچی کی چھینی ہوئی ساری طاقت اسے واپس کر دو۔"

"جو حکم عظیم ناگ!"

یہ کہہ کر دھاری دار کالا سانپ پیچھے مڑا۔ اور نائیلہ کے پلنگ پر چڑھ کر اس نے اپنا منہ نائیلہ کی پنڈلی سے لگا دیا اور سانس کو اندر کی طرف کھینچنے کی بجائے باہر کی طرف پھینکنا شروع کر دیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ نائیلہ کو اس کی طاقت واپس مل رہی تھی۔ اس عجیب و غریب منظر کو کمرے میں بیٹھے ہوئے سارے لوگ ششدر ہو کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ جو کچھ دیکھ رہے تھے۔ اس قسم کا منظر انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لیکن امجد نے اس قسم کے واقعات کتاب عنبر ناگ ماریا کی واپسی کی قسطوں میں بڑے شوق سے پڑھے تھے امجد نے سوچا کہ کاش ان کے گھر والوں نے بھی عنبر ناگ ماریا کی واپسی کی قسطیں پڑھی ہوتیں۔ اگر انہوں نے قسطیں پڑھی ہوتیں تو حیران پریشان اور خوف زدہ ہونے کی بجائے اس منظر کو دلچسپی سے دیکھتے جس طرح کہ امجد دیکھ رہا تھا۔ جوں جوں سبز دھاری دار سانپ سانس کو اندر کی طرف کھینچ کر باہر کو پھینک رہا تھا نائیلہ کو ہوش آ رہا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سانپ اپنے ہر سانس کے ساتھ زندگی کی ایک نئی لہر نائیلہ کے نیم مردہ جسم میں داخل کر رہا ہے۔ سانپ پورے دس منٹ تک نائیلہ کے جسم کو طاقت واپس کرتا رہا۔ اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عرصے میں کمرے میں مکمل خاموشی چھائی رہی۔ کسی نے اونچا سانس لینے کی بھی کوشش نہ کی۔ اچانک باہر سے کتے کے زور زور سے بھونکنے کی آواز آئی:

دھاری دار سانپ نے اپنا منہ اوپر کر لیا۔

ناگ نے فضا میں ہاتھ اٹھا کر حکم دیا:

"اپنا کام ختم کرو بدخصلت سانپ کے بچے!"

دھاری دار سانپ نے اپنا منہ دوبارا نائیلہ کی پنڈلی سے لگا دیا۔ جب نائیلہ کو پوری طرح ہوش آگیا اور وہ اپنی آنکھیں کھول کر ادھر اُدھر تکنے لگی تو سانپ آہستہ سے پلنگ سے نیچے اترا اور ناگ کے آگے کنڈلی مار کر گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔

ناگ نے کہا:

"امجد! ایک برتن لاؤ۔ جس کا منہ اوپر سے بند کیا جا سکے۔"

امجد اسی وقت باورچی خانے کی طرف بھاگا۔ اس کی ماں اور بہنیں بھی ساتھ گئیں۔ ایک برتن آگیا جس کے اوپر ڈھکنا تھا۔ ناگ نے وہ برتن اپنے سامنے قالین پر رکھ دیا اور سانپ سے کہا:

"اس کے اندر چلے جاؤ۔"

سانپ سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جانے والا

ہے۔ اس نے گڑگڑا کر کہا:

"عظیم ناگ! مجھ پر رحم کیا جائے۔"

ناگ نے کہا:

"جو خلق خدا کو ناحق ہلاک کرتا پھرے اس پر رحم نہیں کیا جا سکتا۔ تمہاری یہی سزا ہے جو میں نے تمہارے لیے تجویز کی ہے۔ اس برتن میں داخل ہو جاؤ۔"

سانپ نے ایک بار پھر جان بخشی کی درخواست کی مگر ناگ نے سختی سے کہا:

"تم برتن میں جاتے ہو یا اسی جگہ تمہیں جلا کر بھسم کر دوں؟"

سانپ خاموشی سے رینگتا ہوا برتن میں جا کر بیٹھ گیا۔ ناگ نے برتن کے اوپر ڈھکنا دے کر اسے بند کر دیا۔ پھر منہ ہی منہ میں کچھ منتر پڑھ کر برتن پر زور سے پھونک ماری۔ برتن کے اندر جیسے ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور پھر خاموشی چھا گئی۔ ناگ نے امجد سے کہا:

"امجد بیٹا! برتن کا ڈھکن اٹھا کر سب کو دکھاؤ۔"

امجد نے برتن کا ڈھکنا اٹھایا تو اندر سانپ کی سیاہ راکھ پڑی تھی۔ سانپ جل کر راکھ ہو چکا تھا۔ سب گھر والوں نے باری باری اس راکھ کو دیکھا تو خوشی سے نہال ہو گئے۔ ماں نے نائیلہ کو گلے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیا۔ بہنیں اور بھائی اس کی بلائیں لینے لگے۔ نائیلہ اگرچہ کمزور تھی مگر اس کے چہرے پر رونق آ گئی تھی اور آنکھوں میں زندگی کی چمک دوبارا لوٹ آئی تھی۔ امجد بے حد خوش تھا۔ امجد کا باپ ہاتھ باندھ کر ناگ کے آگے کھڑا ہو گیا۔

"بھائی مجھے معاف کر دینا۔ میں نے تمہیں غلط سمجھا تھا۔ میرا قصور معاف کر دو۔ تو نے میری بیٹی کو خدا کے حکم اور اس کے فضل و کرم سے نئی زندگی دی ہے میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر فراموش نہیں کروں گا۔"

ناگ قالین پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے گہری نظروں سے امجد کے باپ کی طرف دیکھا اور کہا:

"تمہارا کوئی قصور نہیں۔ تم دنیا دار لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہو۔ میں نے تمہیں معاف کیا۔"

امجد کی والدہ، بھائی اور بہنیں ناگ کے آگے پیچھے پھر رہے تھے۔ اسے وہیں رہنے کی درخواست کر رہے تھے مگر ناگ نے کہا کہ وہ کسی کے ہاں نہیں رہا کرتا۔

"ہم جوگی سنیاسی لوگ ہیں۔ ہم جنگلوں میں ہی خوش رہتے ہیں۔ ہمیں تمہارے یہ ڈرائنگ کمرے اور ائرکنڈیشنڈ بیڈ روم راس نہیں آتے۔"

پھر وہ امجد کو ساتھ لے کر کوٹھی کے باغ میں آ گیا۔ امجد نے

ناگ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا کہ اس نے اس کی بہن کی جان بچا لی تھی۔ ناگ نے کہا کہ جان بچانے والی صرف اللہ کی ذات ہے۔ میں تو اللہ کے حکم کے مطابق عمل کر رہا تھا۔

"اب تم یہ بتاؤ کہ تمہاری دوسری خواہش کون سی ہے تاکہ میں اسے بھی پورا کرنے کی کوشش کروں۔"

امجد نے کہا:

"کیا ابھی بتا دوں انکل ناگ؟"

"ہاں — کیوں نہیں"

امجد انکل ناگ کو لے کر کوٹھی سے باہر آ گیا۔ رات کے آٹھ بج چکے تھے۔ کوٹھیوں میں روشنیاں ہو رہی تھیں۔ امجد اور ناگ ایک کھیت کے پاس پتھر کے چھوٹے سے پل پر بیٹھ گئے۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ یہاں امجد نے ناگ کو اپنی زندگی کی دوسری خواہش بیان کی۔

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مراد، انسپکٹر رضوی اور موتی کے کارنامے پر
مشتمل نیا ناول

پیلا لفافہ

پیلے رنگ کے معمولی لفافے کی حیران کن داستان
جو موت کا پیغام بن گیا۔
ایک ایسے قتل کی واردات جس کا سراغ لگانا ناممکن ہو گیا تھا۔
ایک ایسے ذہین قاتل کا منصوبہ جو کروڑوں کی جائیداد کا مالک
بننا چاہتا تھا۔

انسپکٹر رضوی کا ایک نیا کارنامہ

مراد کی بہادری کی ایک نئی کہانی اور سب سے بڑھ کر موتی کا ایک
ایسا کارنامہ جسے آپ کبھی نہ بھول سکیں گے۔

"پیلا لفافہ"

جاسوسی، جرم اور سزا، اور موتی کی ذہانت کی ایک ایسی نئی کہانی
جو آپ نے پہلے کبھی نہ پڑھی ہو گی۔

- امجد کی دوسری اہم خواہش کیا تھی؟
- امجد کو لے کر ناگ اس کی دوسری خواہش پوری کرنے کہاں گیا؟
- ماریا کی ناگ اور عنبر سے کیسے ملاقات ہوئی؟
- ناگ، یاقوت یمانی بزرگ کی روح سے کہاں ملا؟

اس کے لیے اگلی قسط نمبر "امبا دیوی کی مورتی" پڑھیے ——!!